انتقام محبت

تحریر :زرش نور

زہرہ کمرے میں بند دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے یخ بستہ فرش پر دو زانوں بیٹھی تھی۔اس کا جسم ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔۔ پچھلے دو ماہ سے وہ جس لمحے سے ڈر رہی تھی۔وہ سر پر آن پہنچا تھا۔۔لاؤنج میں اس کی آواز گونج رہی تھی اور اندر زہرہ جمال کا دل پتے کی طرح لرز رہا تھا۔اس کی آنکھوں کے سامنے ماں کا بے یقین چہرہ گھوم رہا تھا۔۔فاران کی سوالیہ آنکھیں اسے خود پر جمی محسوس ہو رہیں تھیں۔ممانی کی ان دیکھی تیکھی نظریں اسے اپنے جسم کے آر پار ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔۔اس کے بس میں ہوتا تو باہر موجود شخص کا چہرہ نوچ لیتی۔۔۔۔جس نے اسے بے پردہ

کر دیا تھا۔ بے عزت کر دیا تھا۔ معاشرے میں اس کے وجود کو مسخ کرنے اسے اندھی اور گہری کھائی ی میں دھکا دینے کے ل ئ ے آن پہنچا تھا۔۔۔اس کے جسم میں ایک سنسنی دوڑ رہی تھی۔۔۔

پھر اسے اپنے کمرے کے باہر بہت سے قدموں کی آواز آئی ی۔۔زہرہ جمال نے آنے والے وقت کے خوف سے آنکھیں بند کر لیں۔۔ جسم " میں لگے زخم تو مندمل ہو جاتے ہیں۔ لیکن روح میں لگنے والے چابک دار الفاظ ہمیشہ کے ل ئ ے ناسور بن جاتے ہیں۔

تبھی کان کے پردوں کو چیرتی ہوئی ی اس کی آواز گونجی۔۔

میں اپنی بیوی کو یہاں سے لے جانے آیا ہوں اور دنیا کی کوطاقت مجھے روک نہیں سکتی۔۔۔

بھاری قدموں کی آواز کمرے کے دروازے پر آکر خاموش ہو گئی تھی۔اور پھر دھاڑ سے دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا۔۔

ادھر ادھر نظر دوڑانے کے بعد اس کی نظر ایک کونے میں گھٹری بنی بیٹھی زہرہ پر رک گئی۔

وہ چھوٹے چھوٹے قدم لیتا اس کے پاس موجود چئیر پر ٹک گیا۔۔۔

زہرہ جمال اپنا سامان پیک کر لیا ہے تم نے؟ میرے پاس وقت بہت کم ہے اسی لئیے میں نے تمہیں پہلے ہی کال کر کے بتا دیا تھا کہ چلنے کی تیاری مکمل کر لو۔

اس کی بات پر اس نے جھٹکے سے سر اوپر اٹھایا۔اور انگلی اٹھا کر اسے وارن کرنا چاہا۔لیکن اس سے پہلے ہی اس کی انگلی حازم خان کی دو انگلیوں کے درمیان میں تھی۔اور اس کے ایک جھٹکے سے وہ نازک سی انگلی ٹوٹ بھی سکتی تھی۔۔اس نے اس پر دباؤ ڈالا تو زہرہ جمال کے منہ سے ایک سسکی برآمد ہوئی ی۔۔

جس پر وہ نرم پڑ گیا۔اور گرفت ڈھیلی کر دی۔۔

زہرہ جمال۔۔۔۔ میرے ساتھ چل رہی ہو تو یہ بھول جاؤ کہ تم اپنی یونیورسٹی کی کوئی ی مقرر تھی یا اپنی یونی کے میگزین کی ایڈیٹر ہو۔تم حازم خان کی بیوی ہو اور مجھے عورت کا اونچی آواز میں بولنا پسند نہیں ہے۔عورت چار دیواری کے اندر رہ کر جو کرنا چاہے کر سکتی ہے۔لیکن چار دیواری کے تقدس کو پار کرنے کی کوشش اب کبھی نہ کرنا۔۔۔

زہرہ نے اس کی ڈھیلی گرفت دیکھ کر جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑایا اور کھڑی ہو گ ئی ی۔۔میری عزت کو روند کر تمہیں یاد آیا کہ عورت کی عزت

چار دیواری میں ہے۔ تب کیوں نہیں پتہ چلا جب دھوکے سے یونیورسٹی سے لے کر گئے تھے۔ کیا تب نہیں جانتے تھے کہ میں کیا ہوں ؟اور کون ہوں ؟

جانتا تھا۔۔۔اسی لئے لے کر گیا تھا۔

اس کی بات پر زہرہ جمال نے جانچتی نظروں سے اسے دیکھا۔۔

اس کے دیکھنے پر حازم خان نے اپنی آنکھیں اس کی گرے آنکھوں پر ٹکا دیں۔جس پر زہرہ جمال نے گھبرا کر نظریں نیچی کر لیں۔

تم کیا جانو گی حازم خان کی محبت کو ؟ تم تو میری روح میں بسی ہو۔

ہمم۔۔۔۔!اس کی بات پر زہرہ جمال نے سر جھٹکا۔

جن سے محبت کی جاتی ہے۔انہیں رسوا نہیں کرتے حازم خان۔

محبت میں رسوا نہیں "اس کی بات پر اس نے ایک زوردار قہقہ لگایا۔
کرتے۔ہاں تم ٹھیک کہہ رہی ہو زہرہ جمال محبت میں رسوا نہیں کرتے
لیکن کیا کروں اس دل میں محبت کی آگ کے ساتھ ایک آگ اور بھی جل
رہی ہے،انتقام کی آگ۔"

جہاں محبت ہوتی ہے وہاں اور کوئی ی لامعنی جذبہ نہیں ہوتا۔کیونکہ محبت
یا تو ہوتی ہے یا پھر بالکل بھی نہیں ہوتی۔۔۔۔تم اپنا انتقام لو حازم
خان۔میں تو اپنی موت آپ مر چکی ہوں۔۔۔اب تو بس ایک لاش ہے جو

تمہارے ساتھ گھسیٹ رہی ہوں۔۔مجھے تو تمہارے دھوکے نے مار دیا ہے۔

اس کی بات پر حازم خان کے دل میں ایک درد اٹھا تھا۔۔۔

اپنا سامان لو اور باہر آ جاؤ ۔۔۔

حازم خان کیا تم مجھے کسی اور راستے سے اس گھر سے نہیں لے جا سکتے۔

زہرہ کی بات پر اس کے باہر کی طرف جاتے قدم تھم گ ئ ے۔اس نے مڑ کر اس کے چہرے پر کچھ تلاشنہ چاہا اور وہ کامیاب بھی رہا۔

نہیں۔۔۔۔وہ بے حس بن گیا۔

وہ فاران کی نظروں سے بچنا چاہتی تھی۔ لیکن یہ ظالم شخص جس نے پہلے اس سے اس کی محبت چھینی اور اب اسے اس محبت کے سامنے رسوا کر رہا تھا۔۔۔

اسے اس شخص سے شدید نفرت محسوس ہوئی ی۔۔۔

اس کی گہری براؤن آنکھیں ابھی بھی زہرہ کے چہرے پر جمی تھیں۔

اس نے آگے بڑھ کر اس کا بیگ اٹھایا اور استحقاق سے اس کا ہاتھ تھام کر آگے بڑھ گیا۔

زہرہ نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی پوری کوشش کی لیکن اس کی گرفت سخت تھی۔

باہر آکر اسنے سب پر ایک نظر دوڑائی ی اور اس کا ہاتھ تھامے بیرونی دروازے کی طرف مڑ گیا۔زہرہ نے بھول کر بھی کسی کی طرف نہیں دیکھا۔

باہر آکر بلیک سوک کی فرنٹ سیٹ پر اسے بیٹھ کر ٹھا کی آواز کے ساتھ دروازہ بند کرتے ہوئے وہ ڈرائی یونگ سیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

اس کی گاڑی آگے بڑھتے ہی اس کے پیچھے کھڑی دو گارڈز کی جیپیں بھی حرکت میں آئی ی۔۔۔۔

حازم خان ولد رمیز خان حاکم علی خان کا پوتا پاکستان کی سیاست کا ابھرتا ہوا ستارہ۔۔۔۔۔۔۔۔اپنے خاندان کا واحد چشم و چراغ۔۔۔ ناز و نعم سے پلہ بڑا کچھ بگڑا ہوا اکسفورڈ سے سیاسیات کی ڈگری لے کر لوٹا تھا۔۔۔ تھوڑ

امغرور لڑکیوں سے دور بھاگنے والا، سیاست کے تمام داؤ پیچ جاننے والا اپنے مخالفین کا سر کچلنے والا اور یہ ساری خصوصیات اپنے دادا سے وارثت میں ملیں تھیں اسے۔۔

گاڑی میں ابھر رہی سوں سوں کی آواز پر حازم نے جنجھلا کر اس کی طرف دیکھا۔

سٹاپ اٹ یار۔۔۔ تم یہ اپنی اپنی سوں سوں بند کرو۔

زہرہ نے ایک شکایتی نظر اپنے برابر بیٹھے شخص پر ڈالی اور رخ موڑ کر دوسری طرف باہر دیکھنے لگی۔۔ لیکن آنسو تواتر سے اس کے چہرے کو بھگو رہے تھے۔۔

مجھے نہ یہ روتی دھوتی عورتیں نہ زہر لگتی ہیں۔خود کو مظلوم ظاہر کر کے لوگوں کی ہمدردیاں بٹورتی ہیں۔۔

اس کی بات پر اس کے آنسو اس کی آنکھوں میں ہی برف ہوئے تھے۔۔۔۔ وہ کوئی ی سخت جواب دینا چاہتی تھی جب حازم نے دوبارہ بولنا شروع کیا۔

تم عورتوں کی کون سی اقسام سے تعلق رکھتی ہو؟

اس کی بات پر زہرہ نے اجنبھا نے اسے دیکھا۔

کیا مطلب؟

مطلب۔۔۔ میری مما ہیں آزاد پرندہ اور میری دادی محبت کا پیکر اور میری پھپھو شکایتوں کا پٹارہ اور تم مجھے لگتا ہے طنز کرنے میں ماہر ہو گی یا پھر اس نے تھوڑی دیر کا وقفہ لیا سر سے پیر تک اسے غور سے دیکھا۔۔۔ ۔۔زہرہ جمال نے سوالیہ نظریں اس پر جما دیں۔۔

"وہ رونا دھونا بھول چکی تھی۔" پھر کیا؟

حازم اسے چپ کروانے کی اپنی سی کوشش میں کامیاب ٹھہرا تھا۔۔

""یا پھر۔۔۔۔ وفا کا پیکر

اور اپنے بارے میں کیا خیال ہے حازم خان؟

میں۔۔۔میں انتقام محبت پر یقین رکھتا ہوں۔وہ چاہے کسی بھی روپ میں ہو۔بیوی ہو محبوبہ ہو یا پھر ماں ہی کیوں نہ ہو۔

آخر میں آکر اس کا لہجہ سرد ہو گیا تھا۔۔

مجھے تو تم ایک خاموش سمندر لگ رہے ہو۔۔۔جس میں ایک خاموش طوفان چھپا ہے۔اور جب اس طوفان میں سونامی آتا ہے تو سب کچھ بہا کر لے جاتا ہے۔

اس کی بات پر حازم خان کی مسکراہٹ سمٹ گ ئ ی تھی۔۔اور اس نے گاڑی کی رفتار حد سے سوا کر دی تھی۔۔۔

سارا راستہ سوتے جاگتے ہی گزرا، پورے راستے پھر دونوں کے درمیان کوئی ی بات چیت نہیں ہوئی ی۔۔۔۔۔۔۔

زہرہ کو رہ رہ کر اپنی ماں کی یاد آ رہی تھی۔۔جو حازم خان کی آمد کے بارے میں سن کر دوڑی چلی آئی یں تھیں۔اور اس نے سخت ناراضگی ر کھنے کے باوجود ماں کو دیکھ کر اسے حوصلہ ہوا تھا۔۔وہ اس کے قریب نہیں آئی یں بس ترحم بھری نظروں سے اسے دیکھتی رہیں۔ان کا کہنا تھا کہ زہرہ تم ایک جہنم میں جا رہی ہو۔میری دعا ہے کہ تمہارے راستے میں تمہاری ماں کی طرح کانٹے نہ آئی یں۔۔۔کمرے سے جانے سے پہلے انہوں نے آگے بڑھ کر اس کی پیشانی چومی تھی اور روتے ہوئے منہ پر ہاتھ رکھ کر باہر نکل گ ئی یں تھیں۔۔

اچانک جھٹکا لگنے سے وہ اپنے خیالوں سے باہر آئی ی تو گاڑی جھٹکے کھاتی ہوئی ی آگے بڑھ رہی تھی۔مین روڈ کہیں دور رہ گ ئ ی تھی۔اب سنگلاخ پہاڑوں کو چیر کر ایک روڈ بنائی ی گ ئ ی تھی۔زوردار ہچکولے کھاتے ہوئے گاڑی آگے بڑھنے لگی۔۔۔

ہم کہاں جا رہے ہیں؟

زہرہ کے سوال پر حازم نے غائب دماغی سے اسکی طرف دیکھا اور اس کے سوال کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔۔۔

ہم۔۔۔۔ہماری حویلی جا رہے ہیں۔۔

آپ کے علاقے کا کیا نام ہے؟

درہ مخیرّ۔۔۔۔۔۔

زہرہ نے ہونٹ بھینچ لئی ے اور مزید کوئی ی سوال نہیں کیا۔۔

رات گہری ہو چلی تھی۔دور کہیں کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آرہی تھیں۔سارے راستے میں کسی دوسری گاڑی نے انہیں کراس نہیں کیا تھا۔

زہرہ کو عجیب خوف محسوس ہوا وہ زیر لب دعائی یں پڑھنے لگی۔

وہ کبھی گھر سے دور نہیں گ ئی ی تھی اور اب ایک دم سے ایک انتہائی ی بیک ورڈ علاقے کی طرف چل دی تھی۔۔

اس کا دل کسی پتے کی طرف لرز رہا تھا۔۔۔لیکن بظاہر وہ بہادر بنی بیٹھی تھی۔اب وہ اس شخص کے سامنے خود کو کمزور ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔

جلد ہی گاڑی ایک عالی شان حویلی کے آہنی گیٹ کے اندر داخل ہوئی ی۔۔۔ گیٹ کے اندر دس منٹ کی ڈرائی یو کے بعد گاڑی ایک جھٹکے سے رکی۔۔

سیٹ بیلٹ نکال کر حازم خان نے زہرہ کو گاڑی سے اترنے کو کہا اور خود بھی گاڑی سے اتر گیا۔۔

وہ ایک آہنی دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہوا۔اس کی معیت میں وہ بھی آگے بڑھی۔۔یہ ایک بہت بڑا ہال تھا۔جس کے چاروں اطراف کمرے بنے ہوئے تھے۔ایک سائیڈ سے سیڑھیاں اوپر کی طرف جا رہی تھیں۔

حازم کے اندر داخل ہوتے ہی ایک سائیڈ سے ایک ملازم نکل کر سامنے آیا جس نے مودب انداز میں اسے سلام کیا۔

حازم خان نے صرف سر ہلانے پر اکتفا کیا اور سامنے بنے کمروں میں سے ایک کی طرف بڑھ گیا۔ وہ بھی اسکے پیچھے ہی اندر داخل ہوئی ی۔۔

یہ ایک بہت کمرا تھا۔ دروازے کے عین سامنے بیڈ موجود تھا۔ جس پر ایک نورانی چہرے والی ایک بوڑھی عورت بیٹھی تھی۔ جبکہ ان کے قریب ہی ایک درمیانی عمر کی عورت بیٹھی تھی۔

حازم اندر داخل ہوتے ہی تیزی سے بوڑھی عورت کی طرف بڑھا اور سلام کر کے ان کے گلے لگ گیا۔۔۔ وہ عورت اس کے ایک ایک نقش کو چوم رہیں تھیں۔۔۔

جبکہ دوسری خاتون کی چھبتی نظریں دروازے میں ایستادہ زہرہ پر جمی تھیں۔۔

حازم ان سے الگ ہو کر اشارے سے زہرہ کو پاس بلایا۔

اور بوڑھی عورت کے گرد بازو پھیلا کر بولا۔

دادو پہچانیں زرا یہ کون ہے؟

انہوں نے اپنی عینک صیح کرتے ہوئے غور سے زہرہ کو دیکھا۔اور پھر ڈبڈبائی ی آنکھوں سے حازم کو دیکھ کر اٹک اٹک کر اس کا نام لیا۔۔۔۔ز۔۔۔زہررر۔۔۔۔ہ۔حازم نے جواب میں اثبات میں سر ہلایا۔

جبکہ ساتھ موجود خاتون نے چونک کر زہرہ کا تقابلی جائزہ لیا۔۔ گرے کلر کے سادہ سے سوٹ پر بڑی سی چادر لئیے جس اس نے اپنا آدھا چہرہ بھی چھپا رکھا تھا۔اسے دیکھ کر کچھ سوچ کر وہ مطمئین ہو گئیں۔۔

دوسری طرف زہرہ اپنا نام سن کر حیران ہوئی۔۔

دادو نے اس کے لئیے بانہیں پھیلادیں اور وہ بھی تھوڑا جھجھک کر جھک کر ان کی بانہوں میں سما گئی۔۔۔ان کے گلے لگ کر اس نے آنکھیں موند لیں۔اسے ان سے جانی پہچانی سی خوشبو آرہی تھی۔۔۔اس نے آنکھیں کھولیں تو نظر ان کے ساتھ بیٹھے حازم پر پڑی جو آنکھوں میں ایک جہان سمائے اسے دیکھ رہا تھا۔۔زہرہ کے دیکھنے پر اس نے نظریں پھیر لیں۔زہرہ کو دادو نے اپنے قریب ہی بیٹھا لیا۔۔۔

وہ سر جھکا کر ان کے قریب ٹک گ ئی ی۔

لڑکی تمہیں ماں نے یہ نہیں سیکھایا کہ آس پاس موجود دوسروں سے بھی سلام دعا کر لیتے ہیں۔

ان کی بات پر اس نے سٹپٹا کر جلدی سے سلام کیا جس کے جواب میں انہوں نے نخوت سے سر جھٹک کر جواب دیا۔۔

پھپھو رانیہ کدھر ہے؟

حازم کے سوال پر وہ کھل اٹھی۔

بیٹا ساتھ ہی آئی ی ہے۔ وہ اماں جی کے ل ئی ے سوپ بنانے کچن تک گ ئی ی ہے۔

تبھی دروازے سے ایک بہت ہی خوبصورت نفیس سی لڑکی اندر داخل ہوئی ی۔ حازم کو دیکھ کر اس کا چہرہ کھل اٹھا۔ وہ سوپ کی ٹرے ٹیبل پر رکھ کر حازم کی طرف بڑھی۔

ارے حازم آپ کب آ۔۔۔۔۔ زہرہ کو دیکھ کر باقی کی بات اس کے منہ میں ہی رہ گ ئی ی۔

میں ابھی آیا ہوں۔۔۔ کیسی ہو تم؟

ٹھیک ہوں۔ یہ کون ہے؟؟

یہ زہرہ ہے۔زہرہ یہ رانیہ ہے ثوبیہ پھپھو کی بیٹی۔

زہرہ کا نام سن کر اس کے چہرے پر ایک سایہ سا آ کر لہرا گیا۔

زہرہ نے اسے سلام کیا تو اس نے متانت سے اس کا جواب دیا اور حازم سے کھانے کے متعلق پوچھنے لگی۔

نہیں یار کچھ بھی نہیں کھایا۔زرا ملازم سے کہہ کر کھانا تو لگوا دو۔

وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے باہر نکل گ ئے۔۔۔

زہرہ دادی کی طرف مڑ گ ئی ی۔ جو اس سے اس کی ماں کے متعلق پوچھ رہی تھی۔۔

جبکہ وہ ان کے پوچھنے پر حیران تھی۔ بھلا وہ اس کی ماں کو کیسے جانتی ہیں۔۔

جی ٹھیک ہیں۔

تمہارے علاوہ اور کتنے بچے ہیں؟

جی دو بیٹیاں اور ہیں۔

آچھا۔۔۔! تم اس کے ساتھ رہتی تھی؟

جی نہیں۔۔! میں ماموں کے گھر رہتی ہوں۔

تبھی رانیہ اسے کھانے کے ل ئی ے بلانے آگ ئی ی۔

اسے بالکل بھی بھوک محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ لیکن وہ پھپھو ثوبیہ کی نظروں سے چھپنا چاہتی تھی۔ اس ل ئی ے اس کے پیچھے چل دی۔۔۔

وہ ڈائی نگ روم میں داخل ہوئی ی تو سامنے ہی وہ اس کے انتظار میں بیٹھا تھا۔

اس کے بیٹھنے پر اس نے پہلے اس کی پلیٹ میں کھانا نکالا اور پھر اپنی پلیٹ میں۔ رانیہ ایکسکیوز کرتی وہاں سے اٹھ گ ئی ی۔۔۔ کھانا خاموشی سے کھایا گیا۔۔ تبھی ایک ملازمہ اندر داخل ہوئی ی۔

صاحب وہ لال دین پوچھ رہا ہے بی بی کا سامان کہاں رکھنا ہے؟

اوپر میرے کمرے میں۔

اسکے جواب پر زہرہ کو پانی پیتے ہوئے زور کا اچھو لگا۔۔۔

حازم نے ایک سپاٹ نظر زہرہ پر ڈالی اور ملازمہ کو جانے کا کہہ کر واپس اپنی پلیٹ پر جھک گیا۔۔۔

زہرہ کا کھانے سے جی اچاٹ ہو گیا۔۔۔

کھانا ختم کر کے نیپکن سے ہاتھ صاف کر کے وہ دونوں بازو ٹیبل پر ٹکا کر زہرہ کی طرف مڑا۔بولو کیا کہنا چا رہی ہو؟؟

وہ جو اس سے بات کرنے کے ل ئ ے الفاظ ڈھونڈ رہی تھی۔اس کے سوال پر حیران رہ گ ئ ی۔۔

وہ میں۔۔۔اس نے تھوک نگلا۔۔آپ میرا سامان دادو کے کمرے میں رکھوادیں۔میں ان کے ساتھ رہ لوں گی۔

اور کچھ۔۔۔۔تیزی سے اگلا سوال آیا تھا۔

شادی مجھ سے کی ہے یا دادو سے۔۔۔۔۔ہر بیوی شادی کے بعد اپنے شوہر کے ساتھ ہی کمرا شئیر کرتی ہے۔آ گے تم سمجھ دار ہو۔مزید ا کیسپلین کرنے کی ضرورت تو نہیں ہے۔۔

وہ اپنی بات مکمل کر کے چلا گیا۔۔

زہرہ کھانا کھانے کے بعد سر تھامے وہیں بیٹھی رہی۔ملازمہ.برتن اٹھانے آئی ی تو وہ بھی باہر نکل آئی ی۔۔۔

باہر آ کر اسے سمجھ نہیں آئی ی کہ وہ کون سے والے کمرے میں گ ئی ی تھی۔ تبھی ایک دروازے سے ثوبیہ پھپھو اور رانیہ باہر نکلی زہرہ کو سامنے دیکھ کر رانیہ اس کی طرف.بڑھی۔

ارے تم یہاں کیوں کھڑی ہو؟؟

نہیں۔۔۔۔ بس ویسے ہی۔

آچھا۔۔۔۔۔ تم میرے ساتھ آجاؤ میرے کمرے میں۔

اس کی بات کو زہرہ نے غنیمت جانا اور اس کے ساتھ قدم بڑھائے تھے۔ تبھی دادو کے کمرے سے حازم باہر نکلا۔۔۔۔اسے دیکھ کر وہ ٹھٹھک کر رک گئی۔اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ رکے یا آگے بڑھ جائے۔
زہرہ آجاؤ نہ۔۔رانیہ کی پکار پر وہ اس کی طرف بڑھی۔ تبھی وہ بول اٹھا۔

ارے رانیہ۔۔۔یہ تم میری بیوی کو لے کر کہاں جارہی ہو؟

حازم کی بات پر رانیہ کی رنگت متغیر ہوئی ی۔۔۔

میں اسے اپنے کمرے میں سونے کی آفر کر رہی تھی۔

کیوں؟ یہ تمہارے کمرے میں کیوں جائے گی؟ یہ اس کے شوہر کا گھر ہے ۔اور غالباً میرا کمرہ بھی موجود ہے اسی گھر میں۔

حازم کی بات پر سیڑھیوں سے اوپر جاتی پھپھو تیزی سے مڑی تھیں۔

حازم تم دونوں کی ابھی رخصتی نہیں ہوئی ی۔

پھپھو میں آج اسے اس کی ماں سے رخصت کروا کر یہی لا رہا ہوں۔

اس کی بات پر وہ تلملا کر رہ گ ئی ی۔

حازم۔۔۔۔ میرا مطلب ہے آغا جان کو تو پہلے بتا دو نہ کہ تم اسے لے آئے ہو۔

پھپھو میں آغا جان کے حکم پر ہی اسے لے کر آیا ہوں۔۔

دیکھو حازم۔۔۔۔ایسے آچھا نہیں لگتا لوگ کیا کہیں گے ؟

کیا کہیں گے ؟؟

بیٹا لوگ کہیں گے کہ حازم خان کی راتوں رات بیوی بھی آگ ئی ی اور بیٹا ولیمہ ہو جائے تو پھر اسے تمہارے کمرے میں شفٹ کر دیا جائے گا۔۔

پھپھو لوگ کیا کہیں گے اس کی تو مجھے کوئی ی فکر نہیں ہے۔دوسری بات ولیمے والی تو ٹھیک ہے ولیمے کے بعد میں اسے اپنے کمرے سے بے دخل تھوڑا ہی کر دوں گا۔۔۔۔

اب وہ اسکی باتوں سے زچ ہو گ ئی ی اور غصے سے آ گے .بڑھ گ ئی ی۔۔۔

رانیہ بھی ان دونوں کی بحث کو ختم ہوتے دیکھ کر آ گے .بڑھ گ ئی ی۔۔۔

جبکہ زہرہ کسی مجرم کی طرح سر جھکائے کھڑی رہی۔۔۔۔

حازم نے اس کے جھکے سر پر ایک نظر ڈالی اور اس کا ہاتھ تھام کر سیڑھیوں کی طرف .بڑھ گیا۔۔۔۔۔

سب سے اوپر والی سیڑھی پر کھڑی رانیہ نے یہ منظر دیکھ کر کرب سے آنکھیں میچ لیں۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی حازم نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا اور وارڈروب سے اپنے کپڑے لے کر واش روم میں گھس گیا۔۔۔

زہرہ کی نظر کونے میں پڑے اپنے بیگز پر پڑی تو اس نے آگے بڑھ کر بیگ میں سے ایک سادہ سا سوٹ نکالا اور ڈریسنگ روم میں چلی گئی۔ وہ چینج کر کے لوٹی تو وہ تولیے سے اپنے بال خشک کرتا ہوا وارڈروب کی طرف بڑھ گیا۔۔۔

وارڈروب میں کافی دیر سب کچھ ادھر ادھر کرنے کے بعد وہ زہرہ کی طرف مڑا۔

زہرہ یہ والی سائیڈ میں نے تمہارے لئے خالی کر دی ہے تم اپنے کپڑے یہاں رکھ لینا۔

اس کی بات پر اس نے اثبات میں سر ہلایا۔۔

وہ بیڈ کے ایک کونے پر ٹک گئی ی۔

بیڈ کی دوسری سائیڈ پہ بیٹھتے ہوئے حازم نے ایک پیکٹ اس کی طرف بڑھایا۔ یہ تمہارا ویڈنگ گفٹ ہے۔

زہرہ نے ہاتھ آگے نہیں بڑھایا تو حازم نے پیکٹ اس کے قریب بیڈ پر ہی رکھ دیا۔

یہ پہن لینا صبح تم سے اس بارے میں پوچھا جائے گا۔

اس کی طرف کوئی ی جواب نہ پا کر وہ بلینکٹ اپنے اوپر ڈال کر لیٹ گیا۔۔۔

زہرہ نے دونوں بازو گھٹنوں پر رکھ بازو پر سر گرادیا۔۔۔

وہ جانتا تھا وہ رو رہی ہے۔۔۔۔۔۔اسے اس کے رونے سے تکلیف ہو رہی تھی۔ساری رات اگر وہ روتی رہی تھی تو وہ بھی سو نہیں سکا تھا۔۔۔

نماز کے وقت جا کر کہیں وہ سوئی ی تو حازم نے اس کی طرف کروٹ لی اور بلینکٹ اس پر ڈال کر خود بھی سو گیا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ اپنی یونیورسٹی کی سب سے قابل سٹوڈنٹ تھی۔۔۔وہ عبایا میں ملبوس سر پر اسکارف باندھے رکھتی تی وہ ایونی کی ڈیبیٹنگ سوسائٹی کی ہیڈ تھی۔۔

یونی کے میگزین کی ایڈیٹر بھی تھی۔۔۔

یونی کی لڑکیاں لڑکے سب اس کے دیوانے تھے۔۔۔اسے سراہا جاتا تھا۔۔۔وہ جہاں جاتی تھی اس کی شخصیت چھا جاتی تھی۔۔۔

اور پھر خرابی طبعیت کے باعث وہ کچھ دن یونی نہیں جا سکی۔۔۔

ایک ہفتے کی چھٹی کے بعد وہ یونی پہنچی تو بہت کچھ بدل چکا تھا۔

ان کی یونی میں ایک نیا پروفیسر آیا تھا۔جس کے بارے میں پتا چلا تھا کہ وہ اس یونی کا اونر بھی ہے اور اپنے شوق کی تکمیل کے ل ئی ے کچھ عرصے کے ل ئی ے یہاں کلاسز لینے آیا تھا۔

اس نے آتے ہی پہلے دن ہی سب سے پہلے ڈیبیٹنگ سوسائی ٹی کی ہیڈ مس روحینہ فرمان کو بنایا جو کہ زہرہ کی سب سے بڑی حریف تھی۔

جبکہ میگزین کی ایڈیٹر کی سیٹ پر وہ تاحال موجود تھی۔۔

زہرہ کو اس سب سے کچھ خاص فرق نہیں پڑا لیکن روحینہ فرمان اپنی اس ن ئی پوزیشن پر بہت خوش تھی۔۔

زہرہ کا سامنا ابھی اپنے ن ئے پروفیسر سے نہیں ہوا تھا۔ لیکن یونیورسٹی کی ہر لڑکی اس کی دیوانی ہو چکی تھی۔

آج کا دن زہرہ کے ل ئے بہت ہنگامہ خیز تھا۔ ایک تو صبح صبح اس کی آنکھ لیٹ کھلی تھی۔۔۔ پھر ناشتہ بناتے ہوئے پراٹھا جل گیا اور مامی کی بہت ساری باتیں سننے کے بعد وہ ناشتے کیے بغیر ہی یونی چلی آئی ی۔

اتفاق سے آج اسکی پہلی کلاس بھی پروفیسر حازم خان کی تھی۔

زہرہ صرف پانچ منٹ لیٹ تھی لیکن اس شخص نے اسے کلاس میں داخل نہیں ہونے دیا۔۔۔

وہ بھی پاؤں پٹختی چلی آئی ی۔

باہر آکر گراؤنڈ کے قدرے خاموش گوشے میں کتابیں پھینک کر بیٹھ گئی ی۔

وہ اپنے نوٹس اور کتابیں لے کر وہیں بیٹھ گئی ی۔۔۔ قلم منہ میں دبائے وہ اپنی ہی سوچوں میں گم تھی جب اسے بھوک محسوس ہوئی ی اور اسے یاد آیا کہ وہ آج گھر سے بھوکے پیٹ ہی نکلی تھی۔ وہ اٹھ کر کینٹین کی طرف چل دی۔

چاٹ اور گول گپے کی ٹرے لے کر جوں ہی وہ مڑی تھی۔ تب ہی فاران نکل کر اس کے سامنے آگیا۔۔

زہرہ نے اسے تیکھی نظروں سے دیکھا۔

کیا ہے؟

وہ۔۔۔تم نے ناشتہ نہیں کیا تھا آج تو میں نے سوچا آج تمہارے لنچ کی پیمینٹ میں کر دیتا ہوں۔

کس خوشی میں؟

بس ویسے ہی۔

اس کے دوٹوک انداز پر" کوئی ی ضرورت نہیں۔اپنے کام سے کام رکھو۔ وہ کندھے اچکا کر خاموش ہو گیا۔

اس نے ٹرے کی طرف ہاتھ بڑھائے تھے۔"" لاؤ، میں پکڑ لوں۔

زہرہ نے اب کی بار آرام "" شکریہ، میں اپنا کام خود کرنے کی عادی ہوں۔ سے جواب دیا۔

"" میں جانتا ہوں۔میں تو بس تمہارے ساتھ چلنا چاہتا تھا۔

"پبلک پلیس ہے۔سب ہی آ جا رہے ہیں۔ میرے آگے ، پیچھے ،برابر میں
تم بھی چل لو۔"

اس نے بے نیازی سے کندھے اچکائے۔

فاران نے جھلا کر اسے جاتے دیکھا تھا۔وہ ایک بہت ہی پر اعتماد لڑکی تھی۔

وہ فاران سے پورے دو سال بڑی تھی۔یونی میں وہ اس کا جونئیر تھا۔وہ
جانتی تھی وہ اس کے لئے خاص جذبات رکھتا ہے۔لیکن وہ اس کی
حوصلہ آفزائی نہیں کرنا چاہتی تھی۔

وہ ماموں کے گھر میں اپنی حیثیت بھی جانتی تھی اور اپنی حدود بھی۔گھر
میں وہ ممانی کے ڈر سے کم ہی بات کرتا تھا لیکن یونی میں گاہے بگاہے وہ اس
کے آگے پیچھے گھومتا رہتا تھا۔۔۔

------------ --------

اپنی آنکھوں کے "" زندگی پورے من کے ساتھ گزارنی چاہئیے۔

سامنے رکھی ڈائری پر لکھا یہ جملہ پڑھ کر وہ اس میں کھو سی گئی۔

تبھی اسے اپنے اوپر کسی کی چبھتی نظریں محسوس ہوئی۔اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو حازم خان لیکچر دیتے ہوئے تیز نظروں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔۔

وہ سٹپٹا کر اپنی نوٹ بک پر جھک گئی۔۔۔

کلاس کے بعد حازم خان نے اسے اپنی آفس میں طلب کیا تھا۔

وہ بہت اعتماد سے اس کے پیچھے چل دی۔۔۔

اپنے آفس میں داخل ہو کر اس نے چئیر سنبھالی اور پین کو دو انگلیوں میں گھماتے ہوئے زہرہ جمال پر نظریں جما دیں۔

اس شخص کی نظروں سے اسے اپنا اعتماد جاتا محسوس ہو رہا تھا۔ تبھی اسے نے اپنے ٹیبل پر اس ہفتے کا یونی میگزین پھینکا تھا۔

مس زہرہ جمال۔۔۔اس ہفتے میگزین میں آپ کا کالم شائع ہوا ہے۔۔۔
کیا آپ بتانا پسند کریں گی کہ یہ کیا لکھا ہے آپ نے؟

اس نے آگے بڑھ کر وہ میگزین اٹھایا اور ادارتی صفحہ کھولا جس میں سب سے پہلا کالم اسی کا تھا۔۔

لیکن جوں جوں وہ کالم پڑھتی جا رہی تھی۔اس "ادب کی تاریخ" عنوان تھا کی رنگت متغیر ہوتی جا رہی تھی۔

سر یہ کالم میرا ہی ہے۔میں نے اسی عنوان پر لکھا تھا۔لیکن اس میں جو کچھ لکھا ہوا ہے وہ میں نے نہیں لکھا۔

میں آپ کو بے وقوف لگ رہا ہوں مس زہرہ جمال۔

آپ اب مزید میگزین کے لئے کام نہیں کر سکتی۔

زہرہ نے کچھ کہنے کے ل ئ ے لب وا کیے ۔۔ لیکن اس سے پہلے ہی وہ بول اٹھا۔اب آپ جا سکتی ہیں۔

وہ اپنا بیگ سنبھالتی باہر نکل آئ ی۔

دوسری طرف حازم خان گہری سوچ میں گم دروازے پر نظریں جمائے بیٹھا تھا۔

تبھی اس کے موبائ ل پر حاکم علی خان کی کال آئ ی تھی۔

اسلام علیکم ۔۔۔ !آغا جان۔

وعلیکم سلام۔۔۔۔کیسے ہو حازم ؟

ٹھیک ہوں۔

ہمم۔۔۔۔کب واپس آرہے ہو ؟

جلد ہی۔

دس پندرہ دن تک لوٹ آؤں گا۔۔۔آغا جان۔

حازم۔۔۔۔اسے ساتھ لے کر آنا۔

آغا جان۔۔۔۔آپ سے کیے گئی ے وعدے کو نبھانے کے لئی ے
ہی یہاں آیا ہوں۔آپ بے فکر رہیں۔۔

ان کی کال بند کر کر اس نے ایک اور نمبر ڈائی ل کیا۔
دوسری طرف سے کال پک کرنے پر اس نے اپنا تعارف کروایا۔
میں حازم خان بات کر رہا ہوں حاکم علی خان کا پوتا۔
کیسی ہیں آپ؟
دوسری طرف اس کی بات سن کر خاموشی چھا گئی ی۔

چچی جان میں اپنی امانت لینے آیا ہوں۔

میں اب تمہاری چچی نہیں ہوں۔

اوکے سوری۔۔۔۔ لیکن میں اپنی امانت لینے آیا ہوں۔مجھے اس کا جواب چائی یے؟پ بتائی یں میں کب تک آ جاؤں۔

حازم خان۔۔۔اس کا خیال اپنے دل سے نکال دو۔

یہ تو ممکن نہیں ہے۔کیونکہ وہ میری منگ نہیں ہے۔وہ میری منکوحہ ہے۔۔۔

اور میں حازم خان۔۔۔۔۔اگلے دس دنوں میں اسے یہاں سے لے جاؤں گا۔۔

حازم دیکھو غور سے میری بات سنو۔میں اس کی شادی اپنے بھتیجے سے کرنا چاہتی ہوں۔اور وہ بھی ایسا ہی چاہتی ہے۔

ان کی آخری بات پر اس نے مٹھیاں بھینچ لیں۔

اور اس نے غصے میں موبائی ل سامنے دیوار پر دے مارا۔

تم میرے نکاح میں ہوتے ہوئے کیسے کسی اور کے خواب دیکھ سکتی ہو۔۔میں تمہاری آنکھیں نکال دوں گا۔۔۔اس کے دماغ کی رگیں تن گ ئی یں تھی۔اس کا فشار خون بلند ہوا تھا۔

وہ شیشے کے پار بینچ پر بیٹھی زہرہ کو چبھتی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔ تبھی اسے فاران آکر اس کے برابر بیٹھتا نظر آیا۔

زہرہ نے اپنی گود میں رکھی کتاب بیزاری سے بند کی تھی اور سوالیہ نظروں سے فاران کی طرف دیکھا جو آنکھوں میں ایک جہان سمائے اسے دیکھ رہا تھا۔

حازم کی آنکھوں سے اس کی آنکھوں میں موجود جذبے چھپے نہ رہ سکے۔

دروازہ اتنی زور سے بجایا جا رہا تھا کہ اسے لگا ابھی زوردار دستک کی تاب نہ لا کر نیچے آن گرے گا۔

وہ تیزی سے اٹھی اور اپنے دوپٹے سے الجھتی دروازے تک پہنچی۔ دروازہ کھولنے پر سامنے ممانی کو دیکھ کر وہ سخت بیزار ہوئی ی۔

کتنی سست انسان ہو تم زہرہ ! نیچے کب سے سب لوگ تیار بیٹھے ہیں اور تم گھوڑے گدھے بیچ کر سو رہی ہو۔ جلدی سے نیچے آ کر ناشتہ بناؤ ، وہ عجلت میں خفگی سے بولیں۔

کک۔۔۔۔ کیا مطلب۔۔۔۔۔۔۔ میں تو یونی جا رہی ہوں ، بہت امپورٹنٹ ٹیسٹ ہے میرا۔۔۔۔۔۔ وہ ہکلا کر بولی کیونکہ ممانی کا حتمی انداز اس کے اندر گھنٹیاں بجا رہا تھا۔

ارے رہنے دو تمہارے ٹسٹ وہ تو ہوتے ہی رہتے ہیں اور تم کون سا کوئی ی لائی ق فائی ق سٹوڈنٹ ہو جو ٹیسٹ دینا بہت ضروری ہے۔ اب جلدی سے نیچے آ جاؤ سوال کر کے کتنا ٹائی م تم نے ویسٹ کر دیا۔

ممانی کی تیز گام سے بھی زیادہ تیز رفتاری سے چلتی زبان جب چلی تو رکنے کا نام ہی نہیں لیتی تھی۔

بادل ناخواستہ وہ نیچے آئی ی اور تیزی سے کچن میں گھس گ ئی ی۔

تیز تیز ہاتھ چلانے کے باوجود وہ یونی سی آ چھی خاصی لیٹ ہو چکی تھی۔۔۔

اور پھر اوپر سے فاران بھی آج نکل گیا تھا۔ وہ پیدل ہی یونی نٹ کی طرف چل دی۔۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتی چل رہی تھی۔ جب اس کے قریب ہی ایک گاڑی آ کر رکی اور اس کا نام پکارا گیا۔

وہ حیرت سے پلٹی اور اپنے سامنے شخصیت کو دیکھ رک گ ئی ی۔

آؤ میں یونیورسٹی ہی جا رہا ہوں، تمہیں چھوڑ دوں گا۔

اس نے انکار کے ل ئی ے سر ہلایا اور پھر کچھ سوچ کر گاڑی میں بیٹھ گ ئی ی۔۔

وہ اپنی فائل پر جھکی اپنی اسائی منٹ پڑھ رہی تھی۔دس منٹ کے بعد جب اس نے نظریں اوپر اٹھائی ی تو سامنے اجنبی راستے پر گاڑی کو دوڑتے دیکھ کر وہ حیران ہوئی ی۔

اس نے پلٹ کر جب حازم کی طرف دیکھا تو وہ پراسرار سی مسکراہٹ سے پلٹ کا سے دیکھا اور دوبارہ سے نظریں سامنے راستے پر جما دیں۔۔

سر آپ مجھے کہاں لے کر جا رہے ہیں؟

تھوڑی دیر میں پتہ چل جائے گا تمہیں۔

گاڑی روکیں۔۔میں نے کہا گاڑی روکیں۔وہ چلا کر بولی۔

اپنا منہ بند رکھو۔تمہارے چلانے سے میں یہ گاڑی نہیں روکوں گا۔

وہ اب حقیقتاً کانپنے لگی۔آپ کو مجھ سے کیا دشمنی ہے؟

دشمنی؟ وہ قہقہہ لگا کر ہنسا اور ایک بنگلے کے اندر گاڑی لے آیا۔

گاڑی روک کر اسے اترنے کے ل ئی ے کہا، لیکن وہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس بھی نہ ہوئ ی۔

آپ مجھے واپس چھوڑ کر آئ یں۔
آپ کیسے انسان ہیں۔اپنی حوس کی تسکین کے ل ئی ے ہی یونی میں پڑھانے گ ئی ے ہیں اور پھر وہاں سے ایسے ہی لڑکیوں کو لا کر اپنا مطلب پورا کرتے ہیں۔

میں تم پر پورا حق رکھتا ہوں زہرہ جمال۔۔۔! اور تمہاری بکواس سننے کے لئے میں تمہیں یہاں نہیں لایا ہوں۔۔

اور پھر وہ گاڑی سے نکل کر گھوم کر اس والی سائیڈ پہ آیا اور اس کے چیخنے چلانے کی پرواکیے بغیر اسے گھسیٹتا ہوا اندر لے کر گیا۔

جہاں مولوی صاحب کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی موجود تھی۔۔۔۔

اسے ایک کمرے میں لے جا کر اس نے اپنا کوٹ اتارا اور ایک سائیڈ پہ پھینکا۔ وہ اپنا غصہ کنٹرول کرنے کے لئے ونڈو کھول کر اس کی طرف پشت کر کے کھڑا ہو گیا۔

زہرہ ایک عزم سے اٹھی اور چیل کی مانند اس پر جھپٹی۔۔۔۔

حازم خان نے بروقت اپنا بچاؤ کیا اور اس کے دونوں بازوں جھکڑ لیے۔

زہرہ نے پورا زور لگا کر خود کو چھڑانے کی کوشش کی لیکن ناکام رہی۔

زہرہ جمال اگر اپنی ماں کی خیریت چاہتی ہو تو چپ چاپ نکاح نامے پر دستخط کر دو۔

حازم نے موبائل میں سے ایڈیٹ کیا ہوا ایک وائس نوٹ چلا کر اس کے سامنے رکھا۔

زہرہ کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید پڑ گیا۔

حازم خان یہ تم اچھا نہیں کر رہے۔ میں تمہاری زندگی کو جہنم بنا دوں گی۔ یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔

اپنے وعدے پہ قائم رہنا زہرہ جمال۔۔۔! اور یہ تو وقت ہی بتائے گا کون کس کی زندگی جہنم بناتا ہے۔

دو گھنٹے کے بعد وہ اسے یونیورسٹی ڈراپ کر گیا تھا۔۔۔

زہرہ ایک ٹرانس کی کیفیت یں گھر پہنچی تھی۔اور پھر کہیں دن وہ اپنی بربادی پر ماتم کرتی رہی۔اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ چند دنوں میں ایسی کون سی دشمنی نکل آئی ی تھی جو حازم خان نے اس کے ساتھ ایسا کھیل کھیلا تھا۔۔۔۔

سوچ سوچ کے اس کا دماغ پھٹنے کے قریب ہو گیا۔۔ممانی کے طعنے تشنے ایک طرف تھے۔

فاران تشویش سے اسے دیکھتا تھا جو کسی بات کے جواب میں کوئی ی رسپانس ہی نہیں دے رہی تھی۔۔۔۔

حازم خان تو اگلے ہی دن اسے جا کر لانا چاہتا تھا لیکن آغا جان کی اچانک طبعیت خراب ہونے کی وجہ سے وہ مصروف ہو گیا۔۔۔۔

اور پھر اس دوران پورے دو ماہ گزر گئے۔

اور فراغات ملتے ہی وہ سب سے پہلے اس کے ننھیال پہنچا تھا۔۔۔

اور پھر وہاں ثانیہ بیگم بھی پہنچ آئی تھیں۔ان کا کہنا تھا وہ اپنی لاڈوں پلی بیٹی کو اس جہنم میں نہیں بھیجیں گی۔۔۔جہاں سے وہ جان چھڑا کر بھاگی تھیں۔۔۔۔۔

وہ اس کے راستے میں آگئیں تھیں۔حازم خان۔۔۔۔تم زہرہ کو یہاں سے لے کر نہیں جا سکتے۔ہم کورٹ میں جائیں گے۔بچپن میں کی گئی شادیوں کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔زہرہ تمہارے ساتھ نہیں رہنا چاہتی۔اگر تم میں ہمت ہے تو عدالت میں سامنا کرو جہاں میں یہ ثابت کر

دوں گی کہ میری بیٹی کا نکاح بچپن میں اس کے دادا نے میری مرضی کے بغیر کروا دیا تھا۔

ان کی بات سن کر اس نے ہونٹ بھینچ لئے۔

ٹھیک ہے۔۔۔۔! آپ بچپن کے نکاح کو نہیں مانتی لیکن اگر اب آپ کی بیٹی اپنی مرضی سے نکاح کرے گی تو آپ مان لیں گی نہ؟

کیا مطلب؟

مطلب صاف ہے ٹھیک دو مہینے پہلے آپ کی بیٹی اپنی مرضی سے مجھ سے نکاح کر چکی ہے اور یہ رہا اس کا ثبوت۔ اس نے کوٹ کی جیب سے نکاح نامہ نکال کر ان کے سامنے ٹیبل پر رکھ دیا۔

اور پھر آغا جان کی خواہش کے احترام میں وہ اسے لے آیا تھا۔ حویلی میں جس کی ان اونچی دیواروں میں عورتوں کے ل ئ ے ایک تحفظ کا احساس ہوتا تھا۔

جو آزادی پسند عورتوں کے ل ئ ے ایک قید خانہ ہے لیکن وفا شعار عورتوں کے ل ئ ے ایک جنت ،اور سکون ہے۔

اجالا تھا اجالا چار سو تھا

مگر دل میں اترتا ہی نہیں تھا

اپنے یک طرفہ احساسات کو بے وقوفی سمجھ کر ان پر ہنسنا، خوش گمانی کی دنیا سے نکل کر حقیقت کی دنیا میں آنا اس کے ل ئ ے مشکل تھا۔ مگر اس نے خود ک سنبھال لیا تھا کہ وہ اس کے جذبات سے بے خبر تھا۔ وہ نہ تو

زبردستی اس کے دل میں اپنی محبت کا بیج ڈال سکتی تھی، نہ یوں اسے پاسکتی تھی۔

رانیہ کی محبت کی عمر بس اتنی ہی تھی۔اس نے قسمت کا لکھا سمجھ کر قبول کر لیا۔۔

حازم کی عنایات یاد آتی تھیں تو اسے یقین نہیں آتا تھا کہ وہ اپنی زندگی میں اس لڑکی کو لے آیا ہے جس سے وہ نفرت کرتا تھا۔۔۔ کہیں بار وہ اپنی نفرت کا اظہار کر چکا تھا۔۔ لیکن پھر یکایک نہ جانے کیا ہوا تھا۔ وہ اسے لے آیا تھا۔

وہ جمال ماموں سے بہت محبت کرتا تھا۔۔۔ ان کے آخری وقت پہ وہ ان کے پاس تھا۔ وہ ممانی اور زہرہ کو ہی یاد کرتے کرتے اس دنیا سے رخصت ہو گئے تھے۔۔۔

تب سے اس کے دل میں ایک زہرہ اور اس کی ماں کے ل ئ ے نفرت بھر گ ئ ی۔ اور وہ اس کا برملا اظہار بھی کرتا تھا۔

آغا جان نے اسے بہت سمجھایا تھا لیکن وہ بظاہر خاموش ہو گیا لیکن رانیہ کے سامنے وہ اپنی دل کی بھڑاس نکال لیتا تھا۔

وہ اپنے خیالوں میں گم بیٹھی تھی۔ جب دھپ سے وہ ساتھ آکر بیٹھا۔ نکھرا نکھرا سا فریش چہرہ لیے تازہ غسل کیے بالوں کو جیل سے جمائے وائی ٹ کلر کے قمیض شلوار میں ملبوس کندھوں پر وائی ٹ شال ڈالے اس کی چھپ ہی نرالی تھی۔۔۔۔ رانیہ نے اپنی نگاہیں چرا لیں۔ وہ اس کے فریش فریش انداز سے کچھ اور ہی سمجھی۔

وہ ابھی بہت محبت سے رانیہ سے ناشتے کی بابت پوچھ رہا تھا۔۔

تم نے ناشتہ کیا ہے؟ اس کے نفی میں سر ہلانے پر وہ اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔ چلو چل کر ساتھ ناشتہ کرتے ہیں۔

رانیہ کی نظر بے ساختہ گلاس ڈور سے نظر آتے لان کی چیئر پر بیٹھی زہرہ پر پڑھی جو گل داؤ دی پر بیٹھے پرندوں پر نظریں جمائے بیٹھی تھی۔۔۔

نارنجی رنگ کے قمیض شلوار پر ہم رنگ دوپٹہ رکھے وہ کہیں کی شہزادی لگ رہی تھی۔ اس پر سے نظر ہٹا کر اس نے حازم کی طرف دیکھا وہ بھی اسے دیکھ چکا تھا۔۔۔

رانیہ کو اس کے تاثرات سرد سے لگے۔۔۔

تم ایسا کرو رانیہ ملازمہ کو کہو ناشتہ لگائے میں ابھی آتا ہوں۔ وہ اس کا ہاتھ نرمی سے چھوڑتے ہوئے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

رانیہ کے دل میں ایک درد سا اٹھا۔

وہ پرندوں پر نظریں جمائے بیٹھی تھی۔اسے ان پرندوں پر رشک آیا جو کبھی ایک شاخ پر بیٹھ رہے تھے اور کبی اچھل کر دوسری شاخ پر وہ گم سی انہیں اٹھکلیاں کرتے دیکھ رہی تھی۔جب اسے چہرے پر نظروں کی تپش محسوس ہوئی ی۔

اس نے نظر ہٹا کر اپنے سامنے دیکھا جہاں حازم خان آنکھوں میں سرد تاثر ل ئی ے اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔

کیا کر رہی ہو یہاں؟

دھوپ سینک رہی ہوں۔

تم تو میری زندگی جہنم بنانے والی تھی۔۔۔ابھی تک تمہاری طرف سے جنگ کا آغاز نہیں ہوا؟

اب کی بار زہرہ کی آنکھوں میں چنگاریاں بھر گ ئی ی۔۔۔۔ حازم خان۔۔۔۔ ! آج سے بلکے ابھی سے تم اپنی زندگی کے برے دنوں کے ل ئی ے تیار ہو جاؤ۔۔۔۔ میں اپنی جنگ کا آغاز کر چکی ہوں۔۔۔۔ تمہیں خبر بھی نہ ہوئی ی۔ وہ ہلکا سا مسکرائی ی تھی۔

اس کی مسکراہٹ پہ حازم خان کی مسکراہٹ سمٹی تھی۔

وہ کرسی دھکیل کر اٹھ گیا۔

جبکہ زہرہ نے لان کے ایک کونے میں پڑی آدھ جلی فائی ل پر نظریں جما دیں۔ جہاں سے ابھی بھی ہلکا ہلکا دھواں اٹھ رہا تھا۔

یہ ایپیسوڈ کچھ زیادہ ہی لیٹ ہو گ ئی ی تو جی اس کے ل ئی ے ایڈوانس میں معذرت خواہ ہوں۔

وہ آغا جان کے کمرے میں ان کے سامنے موجود تھا۔ وہ اپنی سوالیہ نظریں اس کے چہرے پر ٹکائے خاموشی سے اسے دیکھ رہے تھے۔

وہ ""آپ کا خیال ہے میں اپنی خوشی اور دل سے اسے لے کر آیا ہوں۔ آغا جان کی طرح آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات نہیں کر سکتا تھا، اسی ل ئی ے ان کی بجائے دیوار کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"ایسا نہیں ہے آغا جان۔۔۔! میں صرف وہ وعدہ نبھانے جا رہا ہوں، جس کے بارے میں آپ مجھے بتا رہے تھے کہ چاہوں تو اسے توڑ بھی سکتا ہوں۔"

"میں نے بہت سوچا۔ مجھے لگا میں چاہ کر بھی وعدہ نہیں توڑ سکتا۔ آپکو مولسری کا وہ درخت یاد ہے جو ہماری اس حویلی کے پچھلے صحن میں لگا ہوتا تھا۔" اس نے گردن موڑ کر آغا جان کو دیکھا۔

"آپ کو یاد ہو گا میں نے جب تک یہاں رہا ایک بھی دن اس کی دیکھ بھال میں کوتاہی نہیں کی کیونکہ اس کی دیکھ بھال کا بھی میں وعدہ کر چکا تھا۔ اپنا دکھ، اپنا غم اور اپنی بھڑاس کچھ بھی میں اس درخت پر نہیں نکال سکا۔

اسیل ئی ے تو کہتے ہیں خود کو وعدوں کی زنجیروں میں

جھکڑنا ہی نہیں چائی یے۔

وعدے بعض اوقات بہت مس ئی لے پیدا کرتے ہیں۔ اس کی آواز کمزور پڑھی۔

آغا جان نے نظریں ""اب تو کر چکا ہوں وعدہ اب کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ جھکا لیں وہ اسے کے ساتھ زبردستی تو نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن وہ اسے تکلیف بھی نہیں دینا چاہتے تھے۔ وہ تو بس اپنے لاڈلے بیٹے کی نشانی کو ہمیشہ اپنی آنکھوں کے سامنے رکھنا چاہتے تھے۔

اب کی بار اس نے براہ راست آغا جان کی طرف ""خدا حافظ۔ دیکھا تھا، جواب میں انہوں نے صرف سر ہلایا تھا۔۔۔

وہ آج کوئی ٹہ جا رہا تھا۔ جہاں ایک پریس کانفرنس کرنی تھی اس نے۔ وہ جب گاڑی میں بیٹھنے لگا اس نے زہرہ کو دیکھا جو مسکرا کر اسے ہاتھ سے کوئی ی اشارہ کر رہی تھی۔ وہ جلدی میں تھا اس ل ئی ے اگنور کر گیا۔

وہ اس وقت کانفرنس ہال میں موجود تھا۔اس نے سیٹ سنبھالتے ہوئے صحافیوں کو اشارے سے سوالات شروع کرنے کو کہا۔۔۔

وہ اپنے علاقے میں ایک الیکٹرک پاور پروجیکٹ شروع کر رہا تھا۔۔۔جس کے لئے اسے پارلیمنٹ سے منظوری چاہئے تھی۔۔۔اس کی کمپنی کے تحت اس سے پہلے بھی ایسے بہت سے پروجیکٹ ملک کے مختلف حصوں میں کام کر رہے تھے۔لیکن اس بار اس کے سامنے بابر خان اور کشمالہ خان آڑے آگئے تھے۔۔۔اور عین ممکن تھا کہ یہ پروجیکٹ انہیں مل جاتا لیکن وہ کسی بھی حال میں وہ پروجیکٹ حاصل کرنا چاہتا تھا۔اسے ہار کسی صورت بھی منظور نہ تھی۔

ایک صحافی کے پروجیکٹ کے تخمینہ لاگت کے حوالے سے پوچھے گئے سوال پر اس نے اپنی سامنے رکھی سرخ کور والی فائل کھولی تو سامنے کورے کاغذ دیکھ کر اسے ایک جھٹکا لگا جسے وہ مسکراہٹ کے لبادے

میں چھپا گیا۔۔۔اس کی آنکھوں کے سامنے زہرہ جمال کی مسکراہٹ اور وہ مخصوص اشارہ آنکھوں کے سامنے لہرایا۔

اس کی آنکھوں میں چنگاریاں بھر گ ئی ی۔۔۔

پریس کانفرنس کے اختتام پر ہونٹ بھینچے وہ تیزی سے راہداریاں عبور کرتا ہوا لفٹ تک پہنچا۔۔۔لفٹ سے نکل کر ڈرائیور کا انتظار کیے بغیر وہ تیزی سے گاڑی کی طرف.بڑھا اور گاڑی سٹارٹ کر کے گاڑی گاؤں کے راستے پر ڈال دی۔۔

وہ آندھی طوفان کی طرح حویلی پہنچا تھا۔گاڑی سے نکلتے ہوئے اس کا دماغ کھول رہا تھا۔

وہ مین ڈور سے اندر داخل ہوا تو رانیہ سے ٹکراتے ٹکراتے بچا۔

اس کے پاس سے گزر کر وہ تیزی سے سیڑھیوں کی طرف بڑھا.اس نے ایک زوردار ٹانگ مار کر دروازہ کھولا۔ لیکن خالی کمرہ دیکھ کر اس کا پارہ مزید ہائی ی ہوا۔

وہ فائی ل اور کوٹ بیڈ پر پھینک کر واپس نیچے آیا۔ رانیہ سے زہرہ کی بابت پوچھا۔

جس نے اسے بتایا کہ وہ دادو کے کمرے ہے۔

وہ تھوڑی دیر خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔ پھر وہ ایڑھیوں کے بل مڑا تھا۔

رانیہ تم زہرہ کو وہاں سے کمرے میں بھیج سکتی ہو۔ اسے میرے آنے کے بارے میں نہیں بتانا۔

دراصل صبح سے اسے دیکھا نہیں ہے نہ تو پلیز تم اسے کسی بہانے سے کمرے میں بھیج دو۔

رانیہ نے حیرانگی سے اثبات میں سر ہلایا اور دادو کے کمرے کی جانب بڑھ گ ئی ی۔

حازم خان مطم ئی ن سا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔۔

اسے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا ٹھیک دس منٹ کے بعد اسے کمرے کے قریب چاپ سنائی ی دی۔اور اگلے ہی پل وہ کمرے کے اندر تھی۔

زہرہ دروازے کے پیچھے کھڑے حازم خان کو نہیں دیکھ سکی۔وہ جلدی سے ڈریسنگ کی طرف بڑھی اور اس کے آگے سے ایک پرفیوم لے کر جوں ہی سیدھی ہوئی ی۔اسے شیشے کے عکس میں بالکل اپنے پیچھے حازم خان کھڑا نظر آیا۔ایک پل کے ل ئی ے اس کی سانس رک گ ئی ی۔۔

آچھا۔۔۔۔تو یہ تم ہو جس نے مجھے دھوکے سے کمرے میں بلایا ہے۔۔۔۔ تبھی میں کہوں رانیہ تو تمہارے کمرے سے تمہارا پرفیوم خود

بھی تو لے سکتی ہے پھر مجھے کہنے کی کیا ضرورت ہے۔۔وہ بہت اعتماد سے بولتی ہوئی ی پلٹی۔

حازم خان۔۔۔۔ بگڑے تیور لئی ے اسے گھور رہا تھا۔

اس نے آگے بڑھ کر زہرہ کو چٹیا سے پکڑ کر ایک جھٹکا دیا۔زہرہ جمال تم نے بہت برا کھیل کھیلا ہے۔اب میری باری ہے۔۔۔

اگلے ہی لمحے ایک ہلکی سی آواز کے ساتھ زہرہ جمال کی آنکھیں پھٹی رہ گئی ی اس کی لمبی چوٹی حازم خان کے ہاتھوں میں تھی۔۔۔

اس نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہاں کندھوں سے نیچے چوٹی موجود ہی نہیں تھی۔۔اسکی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔وہ حازم خان کو مارنے کے لئی ے اس کی طرف بڑھی۔۔

زہرہ بے دھیانی میں تیزی سے اس کی طرف بڑھی اور پاؤں میں رکھے سٹول سے الجھی خود کو گرنے سے بچانے کے لئے اس نے حازم خان کو پکڑا۔ وہ اس ناگہانی کے لئے تیار نہیں تھا۔ اس کے پکڑنے سے دونوں ہی ایک ساتھ نیچے گرے۔

زہرہ جمال۔۔۔کا سر زور سے فرش سے ٹکرایا جبکہ حازم خان اس کے اوپر گرا ہوا تھا۔

زہرہ جمال کو اپنے سر کے نیچے کچھ نرم سا احساس ہوا۔ جتنا زور سے وہ گری تھی ویسا اسے درد محسوس نہیں ہو رہا تھا۔

حازم خان نے نیچے گرتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کے سر کے نیچے رکھ لیا تھا۔۔۔

حازم تو ایک دم سے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ جبکہ زہرہ بیٹھ کر اپنی کہنیاں سہلانے لگی۔ اور پھر اسے اپنا بالوں کی یاد آئی ی اور ٹوٹ کر کتنے ہی آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر گالوں پر پھسل آئے۔

حازم خان پنجوں کے بل اس کے پاس بیٹھ گیا۔ زہرہ جمال۔۔۔۔اپنی خیر مناؤ کہ وہ میری اوریجنل فائی ل نہیں تھی بلکہ کاربن کاپی تھی، نہیں تو میں نے تمہارا بہت بڑا نقصان کر دینا تھا۔۔۔

میرے ساتھ ایسی دشمنی دوبارہ نبھانے کے بارے میں سوچنا بھی نہیں۔ نہیں تو اگلی بار میں تمہاری آنکھ نکال کر تمہارے ہاتھ پر رکھ دوں گا۔

زہرہ نے نادانستہ طور پر جلدی سے اپنی دائی یں آنکھ کو چھوا۔

حازم خان نے بامشکل اپنی مسکراہٹ روکی۔۔۔

اور زہرہ جمال ہاتھ جھاڑتی اٹھ کھڑی ہوئی ی۔

حازم خان میں نے تمہیں وارن کیا تھا۔۔۔اور ویسے بھی جو تم میرے ساتھ کر چکے ہو وہ کافی ہے۔اب مجھے مزید ڈرانے کی کوشش نہیں کرنا۔

میں ڈرانہیں رہا۔۔۔زہرہ جمال، میں صرف تمہیں انفارم کر رہا ہوں۔۔

حازم خان کے انتہائی ی سنجیدہ انداز پر وہ خاموش ہو گ ئی ی۔

"میں نے زندگی کو سمجھنے کی کوشش کی اور پھر خود ہی الجھتی گ ئی ی۔۔۔میں ایک صفحہ پڑھتی ہوں تو کسی گھنے درخت کی طرح اسکی آگے سے بہت سی شاخیں ہوتی ہیں۔ایسے محسوس ہوتا ہے کہ ہم ایسی جگہ پر کھڑے ہیں جس کے چاروں اور راستے جارہے ہیں اور ہمیں ایک راستے

کا انتخاب کرنا ہے تو پھر کہا جایا جائے، یہ ایک نہایت ہی مشکل سوال

ہے۔۔"

اس کی زندگی میں بھی راستے تو بہت تھے۔ لیکن انہیں اختیار کرنے کا فیصلہ

اس کے پاس نہیں تھا۔

پہلے تو پھر اس کے پاس چوائس تھی لیکن اب تو بالکل بھی نہیں

رہی۔۔۔۔ پہلے وہ خود اذیتی کا شکار تھی تو اب بھی وہی کر رہی تھی۔ اگر

چاہتی تو حازم خان کی طرف پیش قدمی کرتی تو وہ اسے کبھی بھی نہ دھتکارتا

۔ لیکن

آڑے آجاتی ہے۔ بھلا وہ لڑکی ہو کر کیسے خود سے آگے "" انا

بڑھے۔۔۔۔

اس کا دماغ الجھا ہوا تھا۔۔۔ ہر مثبت سوچ کے آگے آکر کہیں منفی باتیں

بھی ساتھ کھڑی نظر آتیں ہیں۔

تبھی دروازے پر دستک کی آواز پر وہ اپنے خیالوں سے باہر آئی ی۔سامنے ہی ملازمہ کھڑی تھی۔

بی بی جی آپ کو بڑے صاحب بلا رہے ہیں۔۔۔۔

وہ ملازمہ کے پیچھے چل پڑی۔۔۔

سیڑھیاں اتر کر وہ مین ڈور سے باہر نکل کر بائیں طرف مڑیں پھر ایک اور دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوئی ی، تو سامنے ایک بڑا ہال تھا۔ہال کی ایک سائیڈ سے لکڑی کی سیڑھیاں اوپر جا رہیں تھیں۔۔۔سیڑھیوں کے عین سامنے موجود دروازے کی طرف اشارہ کر کے ملازمہ مڑ گئی ی۔

اس نے ڈرتے ہوئے لکڑی کے نقش و نگار سے بنے خوبصورت دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا تو وہ کھلتا چلا گیا۔۔۔

یہ ایک بہت بڑا کمرہ تھا۔ جسے شاید ڈرائی نگ روم کے ل ئی ے استعمال کیا جاتا ہے۔۔ایک سائی یڈ پہ رکھے آرام دہ صوفوں پر ایک نہایت رعب دار شخصیت کے مالک ستر اسی سال کے بزرگ موجود تھے۔۔۔

زہرہ نے بلند آواز میں سلام کیا تو وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔آگے بڑھ کر اس گلے لگایا اور اس کے سر کا بوسہ لیا۔

زہرہ جمال نے الگ ہوتے ہوئے اس بوڑھے شخص کی طرف دیکھا تو ان کے آنسو ان کی داڑھی میں جذب ہو رہے تھے۔

وہ ان سے الگ ہوتے ہوئے مڑی تو سامنے ہی ایک درمیانی عمر کا آدمی بیٹھا تھا۔اسے انکی شکل میں حازم خان کی مماثلت نظر آئی ی۔وہ بھی اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور اس کے سر پر اپنا ہاتھ رکھا۔۔اور اسے اپنے برابر بیٹھایا وہ نا سمجھی سے ان کے سنجیدہ چہرے دیکھنے لگی۔۔۔

بیٹا کیسی ہو تم ؟ یہاں آکر کیسا لگا؟

جی ٹھیک ہوں۔آچھے گزر رہے ہیں دن بھی۔

بیٹا تم اپنے بارے میں کچھ بتاؤ ؟

جی۔۔۔وہ تھوڑی دیر کچھ سوچنے لگی۔

میرے والد جب میں ایک سال کی تھی تو ان کی ڈیتھ ہو گ ئ ی تھی۔۔۔ پھر میری والدہ مجھے لے کر میرے ننھیال آ گ ئ یں اور پھر جب میں پانچ سال کی تھی تو میری والدہ کی دوسری شادی ہو گ ئ ی۔۔۔ان کی شادی اپنے کزن فرمان علی سے ہوئ ی تھی۔وہ میری والدہ سے محبت کرتے تھے۔فرمان علی کی یہ پہلی شادی تھی۔

میری والدہ نے ان سے شادی کے ل ئ ے یہ شرط رکھی تھی کہ وہ مجھے اپنے ساتھ رکھیں گی۔۔فرمان علی کو ان کی اس شرط پر کوئ ی اعتراض نہیں تھا۔

لیکن ایک دن وہ بریک کے وقت میرے سکول چلے آئے اور پھر مجھے بتایا کہ میں اپنی ماں کی خوشیوں میں رکاوٹ ہوں۔اس ل ئ ے میں خود ہی ان کے ساتھ چلنے سے انکار کر دوں۔

اور پھر میں نے انکار کر دیا اور میری ماں شادی کر کے اپنے گھر چلی گ ئی ی۔ تھوڑا عرصہ مجھے یاد کرتی رہیں اور پھر اپنی دوسری بیٹیوں کی پیدائی ش کے بعد مجھے بھول گ ئی ی۔اور پھر میں نانو کے گھر رہنے لگی۔میں بہت سکون سے رہ رہی تھی کہ آپ کا پوتا میری زندگی میں کسی لٹیرے کی طرح آیا اور مجھے یہاں اس زندان میں لے آیا۔

وہ انہیں اپنے بارے میں تفصیل سے اس ل ئی ے بتا رہی تھی کہ وہ یہ جان کر کے وہ ایک غریب اور بے سہارا لڑکی ہے۔اپنے پوتے کو کہیں گے کہ وہ اس لڑکی کو چھوڑ دے۔۔۔۔

آغا جان۔۔۔۔میں چلتا ہوں۔مجھے کچھ ضروری کام سے کوئ ٹہ جانا ہے۔ حازم خان کی آواز پر اس نے پلٹ کر دیکھا جو اس کے پاس کھڑا اپنا کوٹ اٹھا رہا تھا۔۔۔

زہرہ کو دیکھ کر اس نے دانت پیسے، مظلوم بننے کا ڈھونگ آ چھا کر لیتی ہو۔اپنی کہہ کر وہ دروازہ کی طرف مڑ گیا۔

ڈور تک اس کی نگاہوں نے اس کا تعاقب کیا۔اس کے منظر سے غائی ب ہوتے ہی وہ آغا جان کی طرف مڑی۔

انہوں نے اس کے سامنے ایک تصویر رکھی۔جس میں ایک بہت ہی خوبصورت نوجوان مسکرا رہا تھا۔

کیا تم اسے جانتی ہو؟

زہرہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"" یہ جمال حاکم علی خان ہے، تمہارا باپ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ان کی بات پر وہ ناسمجھی سے انہیں دیکھنے لگی۔

تمہاری ماں اور باپ دونوں یونیورسٹی میں ساتھ پڑھتے تھے۔جمال کو تمہاری ماں سے محبت ہو گئی۔ تمہاری ماں کا تعلق ایک مڈل کلاس گھرانے سے تھا۔۔جمال کے اونچے سٹیٹس سے متاثر ہو کر وہ بھی اسے پسند کرنے لگی۔

ہمارے ہاں خاندان سے باہر شادی کرنے کا رواج نہیں تھا۔اس لئے میری مخالفت کے باوجود جمال نے ثانیہ سے نکاح کر لیا۔اور میں نے اسے حویلی سے بے دخل کر دیا۔

اسے شادی کے بعد کوئی ڈھنگ کی جاب بھی نہ مل سکی اور دو سال میں ہی تمہاری ماں کے سر سے محبت کا بھوت اتر گیا اور وہ تمہیں لے کر اس کی زندگی سے چلی گئی۔اور وہ لٹا ہوا واپس حویلی چلا آیا۔۔۔

وہ تمہاری یاد میں بہت تڑپتا تھا۔۔۔اس لئے جب تم تین سال کی تھی تو رمیز تمہیں تمہاری ماں سے چھین کر حویلی لے آیا تھا۔۔۔

لیکن جمال کا کہنا تھا کہ وہ بیٹی کو ماں سے جدا نہیں کرے گا۔اور رمیز کو کہا کہ وہ تمہیں واپس چھوڑ آئے۔لیکن تمہیں یہاں سے واپس لے کر جانے سے پہلے رمیز نے تمہارا نکاح حازم سے کروا دیا تھا۔

اور پھر تمہیں واپس چھوڑتے ہوئے تمہاری ماں کو بتا دیا تھا کہ تم ہماری امانت ہو اور ہم ایک دن اسے آ کر لے جائیں گے۔

تمہارے نانا نے تو گھر بدل دیا، شہر بدل دیا۔لیکن پھر بھی میرا پوتا تمہیں ڈھونڈ کر لے آیا۔۔

ان کی باتیں سنتی زہرہ جمال کو تو لگتا تھا، کسی نے اس کے پاؤں کے نیچے سے زمین ہی کھینچ لی ہو۔۔۔

وہ ہونق بنی ان کا چہرہ دیکھنے لگی اور پھر ایک جھٹکے سے وہاں سے اٹھ کر آ گ ئی ی۔۔۔

وہ تو خود کو مظلوم سمجھتی تھی۔ لیکن یہ نہیں جانتی تھی کہ اس کی تو زندگی جو ماں نے بتا دیا بس اس پہ یقین کر "لکیر کی فقیر" ہی ایک جھوٹ ہے۔۔ لیا، کبھی پلٹ کر ماں کو اتنا بھی نہ پوچھا کہ میرے باپ کی کوئی ی تصویر تو ہو گی وہی دیکھا دیں۔ اس نے اپنے موٹے دماغ پر کبھی اتنا زور ڈالا ہی نہیں۔

آج کی رات اس پر بہت بھاری تھی۔ اسے لگ رہا تھا اس کی زندگی ایک مذاق ہے۔ لیکن آج پہلی بار اس نے آنسو نہیں بہائے تھے۔۔۔ وہ سن

ہوتے دماغ کے ساتھ بس یہ سب قبول کرنے کی کوشش کر رہی تھی کہ آیا جو کچھ اب اسے بتایا جا رہا ہے۔ کیا وہ سچ ہے؟؟

صبح کی اذان کے ساتھ اس نے بستر چھوڑا اور خشوع خضوع کے ساتھ وضو کرنے لگی۔ اسے بچپن کی مولوی صاحب کی کہی بات اس کے دماغ میں گونجنے لگی۔ "اللہ رب العزت جو چیزیں سب سے پہلے دنیا سے اٹھائے گا، ان میں سے ایک عبادتوں میں خشوع و خضوع بھی ہے۔"

اور وہ آج بہت عرصے کے بعد رب کے ہاں سر بسجود تھی۔۔

اپنی کوتاہیوں، خامیوں، اور رب سے کیے گئے شکوں کی معافی مانگ رہی تھی۔ اسے سمجھ آ گئی تھی کہ وہ رب ہماری تقدیر میں جو لکھتا ہے وہ بہترین ہوتا ہے۔۔۔ انسان تو بس راستے ڈھونڈتا رہ جاتا ہے۔ اور رب تعالی منزل پر پہنچا دیتا ہے۔۔ پس اس نے یہ سیکھا کہ جو رب کی رضا وہی بندے کی رضا ہونی چاہئیے۔ ہم اس کے سامنے اپنی چاہتیں

رکھتے رہتے ہیں۔یہ جانے بغیر کہ وہ ہمارے ل ئ ے صیح ہیں یا غلط ، جبکہ ہمارا رب ہماری کوتاہیوں کے بعد بھی ہمیں اپنی رحمت کاملہ سے نوازتا ہے۔

اس نے خود کو وقت کے دھارے پر چھوڑ دیا۔۔۔۔۔

وہ آٹھ بجے کے قریب ناشتے کے ل ئ ے نیچے آئ ی تو ڈائ ننگ روم سے بہت سی آوازیں آ رہی تھیں۔

وہ اندر داخل ہوئ ی تو باتیں کرتے سب لوگ خاموش ہو گ ئ ے۔

آغا جان ،رمیز تایا، پھپھو ،رانیہ ،اور حازم کے ساتھ ایک بہت ہی گریس فل سی خاتون موجود تھی۔۔۔۔ سر پر دوپٹہ جمائے ایک کندھے پر چادر ڈالے۔ان کی نظر زہرہ پر رک گ ئ ی۔

یہ کون ہے؟؟

یہ زہرہ ہے۔۔

رمیز خان کے جواب پر رومینہ خان نے ایک شکایتی نظر بیٹے پر ڈالی اور زہرہ سے منہ پھیر کر آغا جان۔۔۔کی طرف مڑی۔

آغا جان۔۔۔۔۔۔یہ لڑکی یہاں کیوں آئی ی ہے؟

"آغا جان۔۔۔نے غصے سے ہاتھ سے چمچ پلیٹ پر پٹخا۔کیونکہ یہ اس گھر کی بیٹی ہے۔"

تمہیں کوئی ی اعتراض ہے؟؟وہ اپنی رعب دار آواز میں بولے۔

رومینہ خان نے نفی میں سر ہلایا اور کھانا چھوڑ کر اٹھ گ ئ ی۔ زہرہ کے پاس سے گزرتے ہوئے ایک تیز نظر اس پر ڈالی اور باہر نکل گ ئ یں۔

زہرہ حازم خان کے برابر والی چ ئ یر پر بیٹھی تو وہ سب سے ایکسکیوز کرتا ہوا اٹھ گیا۔

ــ

کمرہ میں ایک سکوت چھایا ہوا تھا۔ حازم خان سر جھکائے بیٹھا تھا۔ جبکہ رومینہ خاتون غیض۔ وغضب کی تصویر بنی ہوئ ی تھی۔

"مجھے بہت افسوس ہے حازم خان کہ میں نے تم جیسے بیٹے کو جنم دیا۔ جس نے مجھ سے اتنی بڑی بات چھپائی ی۔ اور تم اس لڑکی کو ڈھونڈ کر اس گھر میں لے آئے ہو۔ جانتے ہو نہ اس کی ماں نے کیا کیا تھا۔۔؟

ماں جانتا ہوں۔ اور اب اسی ماں کی بیٹی کو حساب دینا پڑے گا میری ماں اور ماسی کے ایک ایک آنسو کا حساب لوں گا۔

آپ فکر نہ کریں میں کچھ سوچ کر ہی اسے اس گھر میں لایا ہوں۔ بس آپ ٹینس مت ہوں۔

اس کی باتیں سن کر وہ کچھ مطمئن ہو گئی یں تھیں۔

کمرے میں لیپ ٹاپ کی ٹک ٹک گونج رہی تھی۔ زہرہ جمال نے اپنی طرف سے اس خاموشی کو توڑنے کی کوشش کی۔

آپ کس کو اڈمائی رکرتے ہیں۔

حازم خان کی تیزی سے چلتی انگلیاں ایک پل کے ل ئے رکی تھی۔

نکولا "اس نے ایک آبرو اٹھا کر زہرہ جمال کے چہرے پر ایک تیز نظر ڈالی۔ "ٹیسلا

وہ کون ہے؟

اپنے وقت سے ایک صدی پہلے جنم لینے والا انسانیت کا محسن ،اے سی کرنٹ کا موجد۔

آپ کو وہ کیوں پسند ہے؟

حازم خان۔۔۔نے لیپ ٹاپ بند کر کے ایک سائی یڈ پر رکھ دیا۔

تم کیوں پوچھ رہی ہو؟

ویسے ہی جرنل نالج کے لئے۔

اچھا۔۔۔۔۔اس نے اچھا کو لمبا کھینچا۔

جرنل نالج کتابیں پڑھنے سے امپروو ہوتا ہے۔دوسروں کی پسند جاننے سے نہیں۔

وہ پھر سے لیپ ٹاپ اٹھا چکا تھا۔اور پہلی بار زہرہ جمال کے دل میں اس شخص کے لئے تھوڑی سی جگہ بنی تھی۔اور آگے اس کا دل اسے کہاں لے کر جانے والا تھا۔یہ تو وقت ہی بتائے گا۔

وہ فریش ہو کر باہر نکلا تو سامنے ہی بیڈ پر اس کے کپڑے پڑے تھے۔ وہ چلتا ہوا بیڈ کے پاس آیا ہینگر اٹھا کر الٹ پلٹ کر کپڑوں کو دیکھا۔

دروازے کی آواز پر اس نے مڑ کر دیکھا تو ٹرے میں ناشتے ل ئی ے وہ چلی آئی ی۔ حازم کے دیکھنے پر اس نے مسکرا کر اسے دیکھا اور ٹرے ٹیبل پر رکھ کر پلٹی تو وہ ویسے ہی کھڑا اسے گھور رہا تھا۔

"یہ سب کیا ہے؟ اس نے ٹرے اور کپڑوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔"

""یہ ناشتہ ہے اور یہ آپ کے کپڑے ہیں۔

"رئی یلی۔۔۔۔ تھینک یو میری معلومات میں اضافہ کرنے کے ل ئی ے۔"

مینشن ناٹ۔۔۔۔اس نے بھی ڈھیٹ بن کر جواب دیا۔

حازم نے اس کے نکالے گ ئی ے کپڑے واپس وارڈروب میں رکھے اور ایک اور اسی کلر کا ڈریس لے کر ڈریسنگ روم میں گھس گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آیا تو زہرہ ناشتہ ٹیبل پر لگائے اس کا انتظار کر رہی تھی۔

وہ سر جھٹکتا ہوا ڈریسنگ کہ آگے کھڑا ہو گیا۔اپنے اوپر پرفیوم کا بے دریغ چھڑکاؤ کرنے کے بعد وہ مڑا تو زہرہ بیزاری سے منہ لٹکائے بیٹھی تھی۔

تمہیں پتا ہونا چاہئے یے کہ ہمارے گھر میں سب لوگ ساتھ ناشتہ کرتے ہیں؟

جی یہ بات بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔میں جانتی ہوں۔ لیکن اس وقت سب لوگ سو رہے ہیں۔اس ل ئی ے میں آپ کے ل ئی ے ناشتہ یہاں لے آئی ی ہوں۔

بلیک کلر کے تھری پیس سوٹ میں ملبوس حازم خان نے آنکھیں چھوٹی کر کے زہرہ جمال کو دیکھا۔

اب کون سا کھیل کھیل رہی ہو؟

بس آج سے میری طرف سے سیز فائی ر کی پابندی کی جائے گی۔آپ اپنا سوچ لیں۔

اور یہ انقلاب کیسا ہوا ہے؟

بس جب سے مجھے پتہ چلا کہ آپ بچپن سے ہی میرے نام پر بیٹھے ہیں

، تب سے۔

"اس کی بات حازم کو ہضم نہیں ہوئی ی۔ ہیلو۔۔۔ ! میڈم میں آپ کے

نام پر نہیں آپ میرے نام پر بیٹھی تھی۔"

خیر اب ایسا بھی نہیں ہے۔ کیونکہ مجھے تو یہاں آنے سے پہلے پتہ ہی نہیں

تھا کہ میرا کوئی ی بچپن میں نکاح بھی ہو چکا ہے۔

وہ حازم خان کو لاجواب کر گئی ی تھی۔۔۔

"اپنی زبان کو قابو میں رکھو۔ حازم اپنی خفت مٹانے کے لئی ے اس

پر غصہ ہوا۔

اوکے۔۔۔۔ !اس نے باقاعدہ ہونٹوں پر انگلی رکھ دی۔

اس کا ہر ہر انداز حازم خان کو تاؤ دلا رہا تھا۔

جب وہ تیزی سے بھاگتی ہوئی ی اس " وہ سر جھٹک کر دروازہ کی طرف مڑا۔
کے سامنے آکر کھڑی ہوگ ئی ی۔

آپ ناشتہ تو کرلیں۔

زہرہ جمال۔۔۔۔۔ لگتا ہے تمہیں عزت راس نہیں ہے۔

اس کا جملہ زہرہ کو تپانے کے ل ئی ے کافی تھا۔

میں جانتا ہوں کہ میرے گھر والے کب سوتے اور جاگتے ہیں۔۔ یہ تمہیں میری ماں کو نیچا دکھانے کے ل ئی ے تم " بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ ناشتہ لے کر یہاں آئی ی ہو تا کہ انہیں بتا سکو کہ میں وہی کروں گا جو تم چاہو گی۔

""اس کے الزام پر زہرہ گنگ رہ گ ئی ی۔

آپ کے دماغ میں تو بہت ہی فتور بھرا ہوا ہے۔۔۔حازم خان

ہاں میں نے چاچو کو دیکھا۔انکے آخری وقت میں بھی میں ان کے پاس تھا۔کیسے وہ تمہارے ل ئی ے سسک اور تڑپ رہے تھے۔مجھے اس دن محبت نام سے نفرت ہو گ ئی ی۔اور تم سے اور تمہاری ماں سے بھی میں تم دونوں سے بے انتہا نفرت کرتا ہوں۔اس کی آواز میں ایک پھنکار تھی۔

لیکن آپ تو مجھ سے محبت کے دعویدار تھے۔

وہ صرف ایک فریب تھا۔ تمہیں وہاں سے نکال کر یہاں اس حویلی میں لے کر آنا تھا۔آغا جان۔۔۔کی خواہش کے احترام میں، میں تمہیں لے کر آیا ہوں۔

ہتک عزت سے زہرہ کا رنگ سرخ پڑ گیا۔

وہ اس کے منہ پر دروازہ مارتا ہوا باہر نکل گیا۔

اس نے اپنی آنکھ سے نکلنے والے آنسو کو بے دردی سے رگڑ ڈالا۔۔۔

اور اپنی ہتھیلی میں کچھ تلاشنے لگی۔

میں اپنی قسمت بدلنے چلی تھی۔ لیکن نہیں بعض لوگوں کی بری قسمت ان کا پیچھا کبھی نہیں چھوڑتی اور وہ انہی لوگوں میں سے ایک تھی۔

اس کی ماں نے محبت کو ٹھکرایا تھا اور اسے محبت ٹھکرا رہی تھی۔۔۔۔ لیکن وہ پر عزم تھی کہ وہ اپنی قسمت کو بدلے گی۔ وہ اپنی ماں والی غلطی کبھی نہیں دہرائے گی۔ وہ اس پتھر شخص کے دل میں اپنے لئے جگہ بنالے گی۔

حازم کہاں جارہے ہو؟ وہ تیزی سے سیڑھیاں اتر رہا تھا۔ جب روبینہ بیگم کی آواز پر رک گیا۔

ماں شہر جارہا ہوں کسی کام سے۔ آپ کو کوئی کام ہے؟

جی بیٹا۔۔۔! وہ بابا جان کی کال آئی ی تھی۔وہ چاہتے ہیں ہم زہرہ کو لے کر ان کے ہاں آئی یں۔

ہاں ٹھیک ہے۔کل چلتے ہیں۔میں رات کو واپس آ جاؤ ں گا۔

ٹھیک ہے بیٹا۔۔۔ناشتہ تو کر لو۔

نہیں۔۔۔۔ماں ناشتے کا دل نہیں کر رہا، چلتا ہوں۔

اس کے جانے کے بعد وہ پلٹی تو سامنے سے ہی زہرہ ٹرے ل ئی ے چلی آ رہی تھی۔

رومینہ بیگم کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ رینگی۔ جسے زہرہ نظرانداز کرتی ہوئی ی، سیڑھیوں کی طرف مڑی جب وہ اچانک سے سامنے آگ ئی یں۔

لگتا ہے۔۔۔۔ میرے بیٹے نے تمہیں تمہاری اوقات دکھادی ہے۔۔ کس کے ل ئی ے ناشتہ لے کے گ ئی ی تھی۔۔۔

ان کی بات پر تلملا کر رہ گ ئی ی۔ اور پھر بہت اعتماد سے پلٹی ۔۔۔۔وہ دراصل حازم چاہتے تھے کہ ہم آج ناشتہ اکٹھے ہی کریں۔ اس ل ئی ے میں نے ناشتہ کمرے میں ہی لے کر گ ئی ی تھی۔

""اس کے جواب پر ان کی رنگت متغیر ہوئ ی تھی۔

جبکہ دادو کے کمرے سے نکلتے ہوئے حازم نے اس کا ایک ایک لفظ بغور سنا اس نے اپنے تھوڑی دیر پہلے کے رویے پر جو تھوڑی شرمندگی تھی" تھا۔ وہ بھی جاتی رہی۔

زہرہ اس بات سے بے خبر اپنی کامیابی پر خوش تھی۔

اے لڑکی۔۔۔ایک بات یاد رکھنا، میں اپنے بیٹے کی دوسری شادی کرواؤں گی۔اور وہ بھی اس کی پسند کی لڑکی سے۔وہ اپنے ماموں کی بیٹی ادینہ کو بچپن سے پسند کرتا ہے۔اور میں ان دونوں کی شادی کرواؤں گی۔پورے گاؤں کے سامنے ان دونوں کی شادی ہو گی۔ کسی لاوارث کی طرح رات کے اندھیرے میں ان سی کی زندگی میں نقب نہیں لگائے گی۔۔۔

زہرہ کے دل پر درد کی ایک ہوک اٹھی تھی۔ لیکن جب وہ بولی تو اس کا لہجہ ہموار تھا۔

شوق سے کیجئے گا۔ لیکن پہلی بیوی کا اعزاز میرے پاس ہی رہے گا۔ وہ دوسری عورت ہی کہلائے گی۔

ٹھیک ہے۔۔! پھر تیار رہنا کل ہم لوگ بڑی حویلی جا رہے ہیں۔ تمہیں بھی تو پتہ چلے کہ میرا حازم تمہاری طرح کسی مڈل کلاس دولت کی بھوکی عورت کا بیٹا نہیں ہے۔ بلکے ایک کہیں ایکڑ زمین کی مالک ماں کا بیٹا ہے۔

اس نے ان کی بات کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھا اور دکھتے دل کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔

وہ رات کی بجائے صبح دس بجے کے قریب حویلی پہنچا تو ماں کو گاڑی کے پاس انتظار کرتے پایا۔

حازم۔۔۔ تم رات کو واپس نہیں آئے۔

نہیں ماں کچھ کام تھا اس ل ئ ے صبح سویرے ہی نکلا ہوں۔

آچھا۔۔۔ چلو ٹھیک ہے پھر تم آرام کر لو۔

نہیں ماں چلتے ہیں میں ادھر ہی چل کہ آرام کر لوں گا۔۔۔

وہ آرام سے انہیں گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھایا اور خود بھی ڈرائی یونگ سیٹ سنبھال لی۔

سیٹ بیلٹ بند کرتے ہوئے اس نے ماں کی کسی بات پر مسکرا کر انہیں دیکھا تو ان کی نظروں کا ارتکاز اپنے پیچھے محسوس کر کے اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو اسے لگا وہ پتھر کا ہو جائے گا۔

گرین کلر کے قمیض شلوار پر ہم رنگ دوپٹہ سر پر جمائے کندھے پر ایک سائیڈ پہ بلیک اونی چادر ڈالے ہلکے پھلکے میک اپ میں وہ غضب ڈھا رہی تھی۔۔

پاس پہنچ کر اس نے دونوں کو یک زبان سلام کیا اور بیک سیٹ پر بیٹھ گ ئی ی۔ حازم نے فرنٹ مرر اس پر سیٹ کیا اور گاڑی آگے بڑھا دی۔
جبکہ وہ مکمل طور پر حازم کو نظرانداز کرتے ہوئے باہر دیکھ رہی تھی۔ حازم کی نظریں بھٹک کر اس کے سراپے سے الجھ رہی تھیں۔

روبینہ بیگم کو اپنے ارد گرد خطرے کی گھنٹیاں بجتی محسوس ہو رہی تھی۔وہ اپنے بیٹے کی پسند سے آ چھی طرح سے واقف تھی۔اور زہرہ اس وقت مکمل طور پر اس کی پسند کے سراپے میں ڈھلی ہوئ ی تھی۔

زہرہ جمال بس ایک بات جان گ ئ ی تھی کہ حازم خان اپنی ماں کو بہت پسند کرتا ہے۔اور زہرہ کے ل ئ ے اتنا جاننا کافی تھا۔

ایک گھنٹے کی مسافت کے بعد وہ ایک نہایت ہی خوبصورت گاؤ ں میں داخل ہوئے۔گاؤ ں میں بنے گھروں کو دیکھ کر گاؤ ں کے لوگوں کے خوشحال ہونے کا منہ بولتا ثبوت تھا۔۔۔اکثر جگہ پر لوگ اس وقت کھیتوں میں کام کرتے نظر آ رہے تھے۔۔۔حازم خان کی گاڑی گاؤ ں کی حدود میں داخل ہوئ ی تو لوگ ٹھہر ٹھہر کر اسے ہاتھ کے اشارے سے سلام کر رہے تھے۔وہ بڑی متانت سے جواباً سر ہلا کر جواب دے رہا

تھا۔ایک دو جگہ پر اس نے گاڑی روک کر کچھ بزرگوں سے دعا سلام بھی کی اور ان کا حال احوال پوچھنے کے بعد گاڑی حویلی کی طرف موڑ دی۔ حویلی کی وسیع و عریض عمارت گاؤں میں داخل ہوتے ہی نظر آ گ ئی ی تھی۔۔

اس کی گاڑی کو دیکھ کر حویلی کے داخلی دروازے پر کھڑے گارڈز نے م ؤدب ہو کر گیٹ وا کیا۔

گاڑی رکتے ہی ایک مسلح گارڈ نے آگے بڑھ کر باری باری تینوں کے ل ئے گاڑی کے ڈور وا کیے۔

زہرہ حازم خان والی سائیڈ سے ہی اتری اور اس کے برابر کھڑے ہو کر رومینہ خاتون کے اترنے انتظار کرنے لگی۔ زہرہ کو قریب کھڑے دیکھ کر

حازم خان ماں کی طرف مڑ گیا اور گاڑی سے اترنے میں ان کی مدد کرنے لگا۔

وہ لوگ جب اندر داخل ہوئے تو سامنے ہی حازم کے نانا، نانی، ماموں اور ممانی موجود تھے۔

زہرہ جیسا سوچ کر آئی ی تھی۔ وہاں ویسا کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ سب بہت آچھے سے زہرہ سے ملے تھے۔۔۔۔

حازم کا اپنی ممانی کو پھپھو کہنے پر زہرہ حیرانگی سے دونوں کے منہ دیکھنے لگی۔

یہ ہماری پھپھو ہیں۔ حازم نے زہرہ کی طرف جھک کر اسے سرگوشی میں بتایا۔

جس کے جواب میں زہرہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

تب زہرہ کو سمجھ آئی ی کہ تبھی وہ زہرہ کو بار بار گلے لگا رہی تھی۔انہوں نے اس کے ایک ایک نقش کو چوما تھا۔اور یہ بات زہرہ کے ل ئی ے حیرانگی کا باعث تھی۔

زہرہ نے محسوس کیا کہ روبینہ بیگم کی ان کے ساتھ بھی کچھ خاص بنتی نہیں تھی۔

وہ زہرہ اور انہیں ساتھ بیٹھا دیکھ کر نخوت سے منہ موڑ گ ئی یں تھیں۔

"اماں جی۔۔۔ادینہ کدھر ہے؟روبینہ بیگم نے بھتیجی کے بارے میں " استفسارہ کیا۔

"ارے بیٹا۔۔۔۔اس کی ابھی صبح نہیں ہوئی ی۔ کتنی بار جا کر سیما اسے جگا چکی ہے۔ لیکن وہ تو اپنی مرضی سے ہی اٹھے گی۔"

اسی وقت سیڑھیوں سے چوڑیوں اور پائی ل کی جھنکار سنائی ی دی۔۔۔ پنک کلر کی میکسی میں ملبوس گولڈن بال جو کے پشت پر بکھیرے وہ چھم چھم چلتی نیچے آئی ی تھی،اور روبینہ بیگم کو دیکھ کر پھپھو کہ کر چیختی ہوئی ی ان کے گلے آ لگی تھی۔۔

حازم خان کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں ایک الگ ہی چمک تھی۔ وہ آگے بڑھ کر ان کے پہلو میں ٹک گ ئی ی۔

اور ایک ہی سانس میں ان سے کہیں ایک سوال کر ڈالے۔

سیما بیگم نے اسے ٹوکا اور زہرہ کی طرف متوجہ کیا۔

بیٹا۔۔۔ بہن سے ملو۔یہ تمہارے جمال ماموں کی بیٹی ہے، زہرہ جمال۔

اس نے سر سے پاؤں تک زہرہ کا جائزہ لیا اور ہلکی سی آواز میں سلام کر کے واپس حازم کی طرف مڑ گئی۔

زہرہ کو اپنے آس پاس گھنٹیاں سی بجتی محسوس ہو رہی تھیں۔اسے لگ رہا تھا وہ اس معصوم حسن سے حازم خان کو نہیں بچا پائے گی۔

حازم خان کی نظریں زہرہ کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کا جائزہ لے رہیں تھیں۔۔۔ جہاں اسے ایک وحشت نظر آ رہی تھی۔

وہ کچھ بھی نہں سن رہا تھا کہ ادینہ اسے کیا کہہ رہی ہے۔اسے بس اتنا نظر آ رہا تھا کہ زہرہ اس وقت اسے ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔

اس کا رنگت سفید پڑ رہی تھی۔اس نے دیکھا کہ وہ سانس لینے کے لئے سینہ پر ہاتھ رکھ رہی ہے۔ تبھی وہ پاس بیٹھی ادینہ اور ماں کو نظرانداز کرتا ہوا زہرہ کی طرف بڑھا اور اسے سہارا دے کر سیما پھپھو کے ہمراہ کمرے میں لے آیا۔

اسے بیڈ کے ساتھ سہارے سے بٹھا کر اس نے اس کے بیگ میں سے ان ہیلر نکال کر اس کے منہ کے ساتھ لگایا۔ تھوڑی دیر کے بعد جا کر اس کا سانس بحال ہوا تو وہ بھی واپس اپنے خول میں بند ہو گیا اور رات بھر جاگتے رہنے کی وجہ سے وہ پھپھو کو بتا کر اپنے لئے مختص کمرے میں آرام کی غرض سے جا کر لیٹ گیا۔

نینداس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ ماں اسے دوسری شادی کے لئے مجبور کر رہی تھیں۔ جبکہ اس کے دل نے صرف زہرہ جمال کو چاہا تھا۔اور وہ کسی اور کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔

اس نے بچپن سے ہی آغا جان، بابا، دادی جان، سیما پھپھو سب نے اسے بس ایک ہی نام یاد رکھنے کو کہااور وہ تھازہرہ جمال۔۔۔

اس نے کبھی کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا۔۔۔
کہیں ہاتھ اس کی جانب بڑھے لیکن وہ بس ایک ہی نام کا ورد کرتا رہااور وہ تھازہرہ جمال۔۔۔

اس نام کو یاد رکھنے کی ایک وجہ جمال خان اور ہالے نور بھی تھے۔ہالے نور اس کی سگی خالہ جو بچپن سے ہی جمال حسن سے منسوب تھی۔

بہت ہی خوبصورت اور معصوم سی ہالے نور پاکیزگی کا پیکر ماں باپ کی سب سے لاڈلی بیٹی ،اور سب سے بدقسمت بھی۔جس نے جمال حسن کو اپنا سب کچھ مان لیا۔لیکن جمال حسن کی نظر تو کہیں اور ٹھہر گ ئ ی تھی۔۔۔ہالے نور جس نے بچپن سے بس ایک ہی نام سنا جمال حسن کا وہ جمال حسن کی شادی کا سن کر نیم پاگل سی ہو گ ئ یں اور پھر دن بدن ان کی حالت بگڑتی ہی گ ئ ی۔اب بھی جب کبھی وہ ہوش میں ہوتی ہیں تو لگتا ہی نہیں کہ وہ دماغی طور پر کسی مس ئ لے کا شکار ہیں۔لیکن جب کبھی انہیں تنہائ ی کے دورے پڑتے ہیں تو پھر وہ کسی کو معاف نہیں کرتی ۔کسی جان لینے سے بھی گریز نہیں کرتیں۔

حازم خان۔۔۔۔۔ کو زہرہ جمال کے نام سے نفرت بھی محسوس ہوتی تھی۔وہ جمال حسن کی موت اور ہالے نور کی حالت کا زمہ دار زہرہ کی ماں کو سمجھتا تھا۔

اس کی ماں نے اسے بار بار یہ بات باور کروائی ی تھی کہ اگر کبھی تم زہرہ جمال کو ڈھونڈ کر اس حویلی میں لے بھی آئے تو کبھی اسے ایک بیوی کے حقوق نہیں دو گے۔ میں چاہتی ہوں اس کی ماں بھی تڑپے ایسے ہی جیسے میری بہن تڑپی ہے۔حازم تمہیں اپنی ہالے نور کا بدلہ لینا ہے۔

وہ اسے لے تو آیا اپنا بدلہ لینے کے ل ئ ے لیکن وہ اس کی زرا سی تکلیف بھی نہیں دیکھ سکتا۔وہ تڑپ اٹھتا ہے اس کی تکلیف پہ وہ اس کے آس پاس ہوتی ہے تو حازم خان کی ساری توجہ اسی کی جانب لگی رہتی ہے۔وہ بظاہر بے پروا نظر آتا ہے لیکن در حقیقت اس کی تمام توجہ اسی پر ہوتی ہے۔

آغا جان ۔۔۔ نے ایک بار اس کے بارے میں کہا تھا۔ کہ حازم جس چیز کو سب سے زیادہ اگنور کرتا ہے اصل میں سب سے زیادہ دل چسپی اسے اسی چیز میں ہوتی ہے۔۔۔

سب کچھ سوچتے نہ جانے کب اس کی آنکھ لگی۔ دوبارہ کسی کی چیخ سن کر اس کی آنکھ کھلی تھی۔ کمرے میں اندھیرا ہونے کی وجہ سے وہ سمجھ نہیں سکا کہ وہ کہاں ہے۔اور پھر اسے ایک بار چیخنے کی آواز آئی ی اور پھر کوئی ی مسلسل چیختا ہی چلا گیا۔

\-

زہرہ سارادن سیما پھپھو سے باتیں کرتی رہی۔ پھر دونوں نے مل کر کھانا لگایا۔ گاہے بگاہے وہ ٹی وی کے آگے بیٹھی رومینہ بیگم اور ادینہ پر بھی نظر ڈال لیتی تھی۔ جن کی باتیں ختم ہی نہیں ہو رہی تھیں۔

کھانا بہت اچھے ماحول میں کھایا گیا۔ رومینہ بیگم نے منع کر دیا کہ حازم کو ڈسٹرب نہ کیا جائے۔ وہ ساری رات کا جاگا ہوا ہے۔

رومینہ بیگم کا واپس جانے کا کوئی پروگرام نہیں لگ رہا تھا۔۔

شام کے وقت سب لوگ کمروں میں سونے چلے گ ئی ے۔ وہ کافی دیر ٹی وی کے آگے بیٹھی رہی۔ پھر بور ہو کر وہ حویلی کو دیکھنے کے ل ئی ے اٹھ گ ئی ی۔ نیچے ساری کمرے دیکھنے کے بعد وہ اوپر والے پورشن کی طرف بڑھی۔اوپر کا پورشن نیچے سے بھی زیادہ خوبصورت تھا۔

مغرب ہونے کی وجہ سے جگہ جگہ پر لگائے گ ئی ے فانوس روشن ہو چکے تھے۔جو کہ اس حویلی کو ایک خوابناک سا بنا رہے تھے۔۔

وہ چلتی جا رہی تھی جب اسے تھوڑے فاصلے پر پلر کی اوٹ میں کوئی ی ہیولہ نظر آیا اور اس کی ہلکی سی چیخ نکل گ ئی ی۔اسطرف اندھیرا ہونے کی وجہ سے وہ ٹھیک سے دیکھ نہیں سکی۔اور پھر اگلے پل اسے وہ ہیولہ اپنی جانب آتا دکھائی ی دیا۔اس نے وہاں سے بھاگنے کی کوشش کی لیکن اسے لگ رہا تھا۔جیسے زمین نے اس کے پاؤں جکڑ ل ئی ے ہوں۔ ہیولے کو

اپنے قریب آتا دیکھ کر وہ آنکھیں بند کر کے دو ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر چیخنے لگی۔۔

تھوڑی دیر کے بعد اسنے خود کو کسی کے حصار میں پایا۔۔۔اسے نے آنکھیں کھولیں تو وہ حازم خان کے سینے سے لگی تھی اور اسکے سامنے کوئی ی بھی نہیں تھا۔۔

وہ جلدی سے حازم سے الگ ہوئی ی۔۔وہ بھی اس کے اپنے دمیان فاصلہ بنا گیا۔

کیا ہوا ہے؟ کیوں چیخ رہی ہو؟ حازم نے تشویش سے پوچھا۔

مم مم۔۔۔۔۔میں نے ابھی وہاں پلر کے پیچھے کسی کو دیکھا ہے۔وہ کوئ ی چیز ہاتھ میں ل ئ ے میری طرف.بڑھ رہا تھا۔

حازم نے ایک لمبی سانس بھری اور آ گے.بڑھ گیا۔زہرہ نے پیچھے سے اس کی شرٹ پکڑلی۔حازم نے مڑکرآ نکھیں دکھاتے ہوئے سوالیہ انداز میں دیکھا۔

آ گے مت جائ یں۔وہاں کچھ ہے۔

اس نے ایک گھوری اس پر ڈالی اور آ گے.بڑھ گیا۔

پلر کے پیچھے دیکھ کراس نے ایک گہری سانس لی۔

جہاں سفید کپڑوں میں ملبوس ،اجڑے بکھرے بال شانوں میں پھیلائے آ نکھیں بند کیے ہالے نور کھڑی تھیں۔حازم کی آ نکھوں میں ایک کرب آ کر ٹھہر گیا۔

اسنے آگے بڑھ کر انہیں اپنے حصار میں لے لیا۔

ماسی آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟

اس کی آواز پر جھٹ سے آنکھیں کھولیں۔آنکھوں میں شنسائی ی کی چمک ابھری اور اس کے ہاتھ پکڑ کر باری باری دونوں ہاتھوں پر اپنے لب رکھ دئی ے۔

وہ ابھی بھی زہرہ کی آنکھوں سے اوجھل تھیں۔

حازم نے اشارے سے زہرہ کو پاس بلایا۔

وہ ڈرتے ڈرتے آگے بڑھی اور اس کے سامنے موجود عورت کو دیکھ کر ٹھٹھک کر رک گ ئی ی۔

یہ میری ماسی ہیں؟

ماسی یہ میری بیوی ہے۔آپ کی بہو۔

اس کی بات پر ان کی آنکھوں میں ایک چمک ابھری اور زہرہ کو گلے لگا لیا۔ وہ زہرہ کے چہرے کو غور سے دیکھ رہیں تھیں۔ جیسے اس کے چہرے میں کسی اور کو تلاش کر رہی ہوں۔

ان کی نظروں سے گھبرا کر وہ ادھر ادھر دیکھنے لگی۔۔۔

وہ بھی ان دونوں کو دیکھتے ہوئے ایک سمت کو چل دیں۔

یہ مجھے ٹھیک نہیں لگ رہیں؟

تمہاری ماں کے نامہ اعمال میں ان کی زندگی خراب کرنے کا الزام بھی ہے۔ یہ جمال چاچو کی بچپن کی منگ تھیں۔ لیکن انہوں نے تمہاری ماں سے شادی کر لی۔ حازم تلخی سے بولا۔

چاچو کی شادی کا سن کر تو وہ بس خاموش ہو گ ئ یں تھیں۔ لیکن ان کی موت کا سن کر نیم پاگل سی ہو گ ئ یں ہیں۔ میری ماں کی تمیں ناپسند کرنے کے وجوہات میں سے یہ سب سے بڑی وجہ ہے۔وہ ساتھ چلتے چلتے رک گیا تھا۔۔

وہ بھی رک کر اسے دیکھنے لگی۔

میں آج تمہیں ایک بات بتا دیتا ہوں کہ میں اپنی ماں کی بہت عزت کرتا ہوں۔انہیں کبھی ڈیگریڈ کرنے کی کوشش نہیں کرنا۔اور ہاں میں ادینہ سے شادی ضرور کروں گا۔

تمہیں جب بھی آزادی چاہئی یے ہوئ ی بتا دینا میں تمہیں چھوڑ دوں گا۔

اپنی بات کہہ کر وہ آگے بڑھ گیا۔

زہرہ جمال کا سکون لٹ گیا تھا۔۔۔

اور اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ اب اس شخص کی زندگی میں شامل ہونے کی کوشش نہیں کرے گی۔ اگر وہ اس کا ہوا تو لوٹ کر اس کے پاس ضرور آئے گا۔

وہ مرے قدموں سے چلتی نیچے آئی ی تو سامنے ہی سب لوگ ہنستے بولتے نظر آ رہے تھے۔ حازم اسے دیکھ کر ادینہ کی طرف متوجہ ہو گیا۔

زہرہ کو دیکھ کر سیما پھپھو اس کی طرف چلیں آئی یں اور زہرہ کا ہاتھ تھام کر اپنے ساتھ بٹھایا۔

یاور بیٹا اس سے ملو یہ ہے تمہارے جمال ماموں کی بیٹی اور حازم کی وائف زہرہ جمال۔

یاور کی آنکھیں زہرہ پر ٹک سی گ ئی یں۔ وہ یک ٹک اسے دیکھنے لگا۔ اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ جو پچھلے دو ماہ سے جسے ڈھونڈ رہا تھا۔ وہ اس کے گھر میں موجود تھی اور وہ اسلام آباد میں اس کے پیچھے مارا مارا پھر رہا تھا۔ اس کا تعارف سن کر وہ اپنی جگہ پر سن رہ گیا۔ اس نے گردن موڑ کر حازم کی طرف دیکھا اسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ جس نے پچھلے تین سال میں کسی کو جس کی طرف نظر اٹھانے کی اجازات نہیں دی تھی وہ آج کسی کی بیوی کے روپ میں اس کے سامنے موجود تھی۔

جبکہ زہرہ جمال بھی اسے پہچان چکی تھی۔ زہرہ نے اس کی نظروں کے ارتکاز کو توڑنے کے ل ئی ے سلام کرنے میں پہل کی۔

وعلیکم السلام کہہ کر وہ اپنے دادا کی طرف مڑ گیا۔

جبکہ سیما پھپھو نے بیٹے کے چہرے سے بہت کچھ اخذ کر لیا تھا۔انہوں نے مڑ کر زہرہ کو دیکھا جو یاور کو دیکھنے سے احتراز برت رہی تھی۔

جبکہ یاور کے اندر تو ایک طوفان برپا تھا۔زہرہ جمال اس کی پہلی نظر کی محبت تھی۔۔۔۔

وہ حازم سے ایکسکیوز کرتا ہوا اٹھ کر اپنے کمرے میں آگیا۔۔۔۔فریش ہو کر وہ آئی ینے کے آگے کھڑا ہوا تو اس نے اپنے دائی یں گال پر کچھ دیکھنے لگا۔جہاں کوئی ی نشان نظر نہیں آ رہا تھا۔لیکن وہ لمس آج بھی اسے محسوس ہوتا تھا۔

وہ یونیورسٹی میں زہرہ جمال کا سن ئی یر تھا۔

ہمیشہ کی طرح اپنے جونئیرز کو بے وقوف بنانے میں وہ لوگ آگے آگے ہوتے تھے۔اس سال بھی وہ لوگ فریشرز کی ریگینگ کرنے میں پیش پیش تھے۔

یاور اور اس کے دوستوں میں شرط لگی تھی کہ آج یونی کے گیٹ میں سے داخل ہونے والی پہلی لڑکی کا اس نے ہاتھ پکڑ کر پرو پوز کرنا ہے۔۔۔۔
جوں ہی ایک لڑکی ان سب کو آتی دکھائی دی انہوں نے یاور کو جانے کو کہا۔

سیگریٹ کا آخری کیش لے کر سیگریٹ ایک سائیڈ پہ پھینکتے ہوئے وہ سب کو انگوٹھے سے او کے کا سائن بناتے ہوئے آگے بڑھا۔

لڑکی کے پاس پہنچ کر اس نے نظر اوپر اٹھائی ی تو پلٹنا ہی بھول گیا۔۔۔ بڑی سی چادر رکھے سینے کے ساتھ کتابیں لگائے وہ ڈری سہمی سی لڑکی اسے اپنا آسان ہدف لگی۔

اس نے اپنے کوٹ کی اندرونی پاکٹ میں رکھی گلاب کی آدھ کھلی کل نکال کر اس لڑکی کے سامنے کی۔ لڑکی نے غصیلی نظروں سے اسے دیکھا اور جانے کے ل ئی ے قدم بڑھائے تبھی یاور ہمایوں نے اس کا ہاتھ تھام لیا ۔وہ ایک جھٹکے سے مڑی اور پانچ کی پانچ انگلیاں اس یاور ہمایوں کے گال پر اپنی چھاپ دکھا گ ئی ے تھے۔

ہنس ہنس کر اس کا حوصلہ بڑھاتے اسے کے دوستوں کی ہنسی تھم گ ئی ی۔ وہ لوگ اپنی جگہ پر کھڑے ہو گ ئی ے۔ یاور ہمایوں اپنے گال پر ہاتھ رکھے اس لڑکی کو جاتے دیکھ رہا تھا۔

اس کے دوست جلدی سے س کی طرف بڑھے اور اس کے چہرے پر مسکراہٹ دیکھ کر وہ حیران ہوئے اور پھر کھلکھلا کر ہنس دئی یے۔

یاور ہمایوں لگتا ہے اس پتھر دل میں سوراخ ہو گیا ہے۔

وہ ان کی بات کا جواب دینے کی بجائے مسکرا کر وہاں سے چلا گیا۔

اور پھر دو سال زہرہ جمال کی طرف کسی نے آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ وہ جس راستے سے گزرتی تھی لڑکے سر جھکا لیتے تھے۔

اسے یکھنے کا حق صرف یاور ہمایوں کو تھا۔

وہ ممکن کوشش کرتی تھی کہ اس کی نظروں کے سامنے نہ آئے۔ لیکن وہ اسے ڈھونڈ ہی لیتا تھا۔ لائی.بریری میں، کینٹین میں، پوائی نٹ پر زہرہ جمال کو وہ شخص ایک آنکھ بھی نہیں بھاتا تھا، اس نے اسے پوری یونی میں بدنام کر دیا تھا۔۔۔

اس کی بر تھڈے زبردستی منائی ی جاتی تھی اور اسے دھمکی دیتا تھا کہ اگر وہ اس کی کسی بات سے انکار کرے گی تو وہ اس کے گھر پہنچ جائے گا۔

اور پھر وہ فائی نل رزلٹ کے بعد یونی سے چلا گیا اور زہرہ نے بھی سکھ کا سانس لیا۔ لیکن یہ سب محدود مدت کے ل ئی ے ہی تھا۔ کیونکہ تبھی اس کی زندگی میں حازم خان آگیا اور وہ ایک ڈرامائی ی طور پر وہ اس کے ساتھ اس حویلی آگ ئی ی۔ تب زہرہ جمال کو یاور خان کی یاد آئی ی تھی کہ اگر وہ ہوتا تو کوئی ی بھلا اسے ایسے لے کے جا سکتا تھا۔

وہ سیما پھپھو کے بلانے پر ہوش میں آئی ی جو اسے کھانے کے ل ئی بلا رہی تھی۔ وہ ڈائی نگ روم میں آئی ی تو پہلی نظر ہی یاور خان پر پڑی جس نے اسے دیکھ کر نظریں جھکا لیں۔

وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی حازم کے برابر میں بیٹھنے لگی، تبھی ادینہ ایک سائیڈ سے نکل کر اس کے آگے آگئی اور حازم کے برابر بیٹھ گئی۔

زہرہ سیما پھپھو کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔

حازم نے ایک نظر اپنے برابر بیٹھی ادینہ پر ڈالی اور دوسری زہرہ پر اور موبائل کے بہانے سے وہاں سے اٹھ گیا۔ واپس آ کر وہ زہرہ کی ساتھ والی چئیر پر بیٹھ گیا۔

کھانا کھاتے ہوئے یاور ہمایوں نے ایک اچٹتی نظر دونوں پر ڈالی تھی۔

کھانے خاموشی سے کھایا گیا۔ کھانے کے بعد چائے کا دور چلا، ہمایوں صاحب اور حازم الیکشن کے بارے میں باتیں کرنے لگے۔

ہمایوں صاحب ایم این اے کی سیٹ پر جب کہ حازم ان کے ساتھ ایم پی اے کی سیٹ پر الیکشن لڑ رہا تھا۔

خواتین بس ان دونوں کو سن رہیں تھیں۔۔۔ جبکہ یاور یوسف صاحب کی وہیل چ ئی یر سنبھالتا ہوا انہیں لے کر باہر آ گیا۔

یوسف صاحب ایک ایکسیڈنٹ میں اپنی دونوں ٹانگیں کھو چکے تھے۔اس کے بعد وہ بس وہیل چ ئی یر کے ہی ہو کر رہ گ ئی ے۔

یاور کا معمول ہے وہ جب بھی حویلی میں ہوتا ہے تو وہ رات گ ئی ے تک دونوں دادا پوتا ایسے ہی لان میں بیٹھے باتیں کرتے رہتے ہیں۔

پاکستان کی ڈپلومیسی کے حوالے سے خارجہ پالیسی پر شاعری، سائی نس اور مختلیف موضوعات پر گھنٹوں باتیں کرتے ہیں۔

ایک دوسرے سے بہت سی باتوں میں اختلاف رائے بھی رکھتے ہیں۔اس دوران انہیں کوئی ی ڈسٹرب نہیں کرتا ہے۔

یوسف صاحب کی بہت خواہش تھی کہ یاور سیاست میں جائے۔ لیکن وہ اس سب سے کوسوں دور رہتا ہے۔

یوسف صاحب اکثر اپنے بیٹے ہمایوں کو کہتے ہیں کہ ہمایوں اگر یاور سیاست میں آجائے تو یہ تم سے زیادہ آگے جائے گا۔

جبکہ ہمایوں صاحب یاور سے سخت نالاں رہتے ہیں۔اور وجہ اس کا الیکشن کمپئین میں ان کا ساتھ نہ دینا بلکہ اکثر الیکشنز کے دوران وہ گاؤں سے ہی چلا جاتا ہے۔ حالانکہ ہمایوں صاحب کو زیادہ تر ووٹ اسی کی وجہ سے ملتے ہیں۔

ان کے گاؤں کے خوشحال میں اس کا بہت ہاتھ ہے۔گاؤں کے لوگ اس کی بہت عزت کرتے ہیں۔اپنا ہر مس ئی لہ اس کو ہی بتاتے ہیں۔

وہ ان کے چھوٹے چھوٹے مسائی ل کو پوری زمہ داری سے پورا کرتا ہے۔۔۔

لیکن آج وہ خاموش رہ کر بس یوسف صاحب کو سن رہا تھا۔

برخودار کیا بات ہے آج تم بہت چپ چپ ہو؟

نہیں دادا جی بس آج صرف آپ کو سننے کا دل کر رہا ہے۔

اچھا بتاؤ۔۔۔جسے ڈھونڈنے گ ئی ے تھے، وہ ملی ہے کہ نہیں۔

یاور نے ان کی بات پر نظر اٹھا کر اندر سب کے ساتھ بیٹھی زہرہ جمال پر اپنی نظریں ٹکائی ی اور نفی میں سر ہلا دیا۔۔۔

"وہ اس وقت ضبط کی آخری حدوں کو چھو رہا تھا۔۔اس کے ل ئ ے بس اس کا سر درد" یہی بات ہی سوہان روح تھی کہ وہ کسی اور کی ہو چکی ہے۔ سے پھٹا جا رہا تھا۔۔۔اس نے تو اس پر ہمیشہ بس اپنا ہی حق سمجھا تھا۔لیکن آج اسے پتا چلا تھا کہ وہ تو کبھی اس کی تھی ہی نہیں۔

وہ دادا جان کو ان کے کمرے میں چھوڑ کر لوٹا تو اس نے حازم کو الگ کمرے میں جاتے دیکھا جبکہ رومینہ بیگم اور زہرہ جمال ایک کمرے کی طرف بڑھ گ ئ یں تھیں۔

وہ گہری سوچ میں گم وہیں کھڑا رہ گیا۔ تبھی سیما بیگم اس کے برابر آ کر کھڑی ہو گ ئی یں۔۔۔

وہ کبھی بھی حازم کو زہرہ کا نہیں "" تمہاری پھپھو اچھا نہیں کر رہیں ہیں؟ ہونے دیں گی۔ان کی بات پر یاور نے نا سمجھی سے ماں کی طرف دیکھا۔

روبینہ آپی کبھی بھی حازم اور زہرہ کے حق میں نہیں تھیں۔انہوں نے آج سے ۲۲ سال پہلے اس چھوٹی سی بچی کے ساتھ جو ضد شروع کی تھی وہ ضد اب نفرت کے ایک تناور درخت میں بدل گ ئی ہے۔

تب میں نے رمیز بھائی ی کو بہت کہا تھا کہ وہ تمہارا اور زہرہ کا نکاح کر دیں۔ لیکن رمیز بھائی ی کا کہنا تھا کہ ہالے نور کی وجہ سے زہرہ کو اس گھر میں کوئی ی قبول نہں ں کرے گا۔۔۔

یاور نے ان کی بات پر ایک آس سے ماں کو دیکھا۔ جیسے کہہ رہا ہو ایسا کیوں نہیں ہوا؟ کاش۔۔۔۔ کے آگے سارے لفظ دم توڑ دیتے ہیں ۔کیونکہ اس کے بعد کے تمام لفظ بے معنی ہو جاتے ہیں، کیونکہ کاش کے بعد لفظ اگر آ جاتا ہے۔ اگر ایسا ہو جاتا تو، یا اگر ویسا ہو جاتا تو۔

یاور نے افسردہ سی ماں کو اپنے حصار میں لیا اور انہیں ان کے کمرے کے باہر چھوڑتے ہوئے۔ ان کی پیشانی پر اپنے لب رکھے اور اپنے کمرے کی طرف.بڑھ گیا۔

اس وقت اس کے اندر ایک جنگ چھڑی ہوئی تھی۔۔ اور اسے تنہائی ی چاۂی یے تھی۔

کمرے میں آکر اس نے ہاتھ میں موجود موبائل بیڈ پر پھینکا اور واش روم میں گھس گیا۔۔

دسمبر کی سرد راتوں میں یخ ٹھنڈے پانی سر پر پڑ رہا تھا۔لیکن اس کے اندر جل رہی آگ میں کوئی کمی نہیں آ رہی تھی۔۔۔

کافی دیر کے بعد جب اسے محسوس ہوا کہ اس کا جسم اب سن ہو رہا ہے تو وہ باہر آ گیا۔

سگریٹ اور لائٹر لے کر بلائنڈرز دھکیلتا ہوا وہ اپنے کمرے کی بالکونی میں آگیا۔اور سگریٹ پہ سگریٹ پھونکنے لگا۔

زہرہ جمال کا آج دل بہت دکھ رہا تھا۔جیسے جیسے حازم خان اس کی ذات کی نفی کر رہا تھا۔زہرہ کے دل میں نفرت پھر سے سر اٹھانے لگی۔اپنے باپ

کے بارے میں سن کر اسکے اندر موجود نفرت کہیں سو گئی ی تھی۔ لیکن ختم تو بہر حال نہیں ہوئی ی تھی۔

حازم سے زیادہ روبینہ خان کا رویہ اسے مجبور کر رہا تھا کہ وہ سب کچھ بولنے کی بجائے سب کا بدلہ لے۔

بات بات پر ماں کا طعنہ سننے کی اس میں اب سکت نہیں رہی تھی۔

حازم خان اپنی ماں سے تو محبت کا دعویدار تھا لیکن زہرہ جمال کی ماں اس کے لئے بس ایک دشمن تھی۔

اس وقت بھی وہ زمین پر میٹرس بچھائے سو رہی تھی۔روبینہ بیگم کا خیال تھا کہ وہ ان کے برابر سونے کی اوقات نہیں رکھتی۔۔

رات کے نہ جانے کس پہر اس کی آنکھ لگی۔۔ صبح اس کی آنکھ کسی کھٹکے کی آواز پر کھلی اس نے مندی مندی آنکھوں سے دیکھا تو دروازے میں حازم خان کھڑا تھا۔۔بظاہر ماں سے بات کر رہا تھا جبکہ اس کی نظر زہرہ پر ٹکی تھیں۔۔۔

زہرہ کی نظر جوں ہی اس پر پڑی وہ دوسری طرف کروٹ لے کر لیٹ گ ئی ی۔۔ رومینہ بیگم ادینہ کے بلانے پر اس کی طرف.بڑھ گ ئی۔جو انہیں اپنی پرشین کیٹ دکھا رہی تھی جو یاور اس کے ل ئی ے لے کر آیا تھا۔۔۔

حازم دروازہ بند کر کے بیڈ پر.بیٹھ گیا۔

کافی دیر کی خاموشی کے بعد کمرے میں اس کی آواز گونجی۔

اٹھو تیار ہو جاؤ ، مجھے کچھ کام ہے شام تک میں نے شہر کے ل ئ ے نکلنا ہے۔

وہ منہ سے کچھ بھی نہیں بولی اور اٹھ کر اپنے کپڑے لے کر واش روم میں گھس گ ئ ی۔

حازم کی آنکھیں ساری رات جاگنے کی وجہ سے سرخ ہو رہی تھیں۔

اس نے ایک نظر باتھ روم کے دروازے پر ڈالی اور زہرہ کی خالی کی گ ئ ی جگہ پر لیٹ گیا۔ اس کی خوشبو نے اس کا احاطہ کر لیا تھا اور اگلے پانچ منٹ میں وہ نیند کی وادی میں گم ہو چکا تھا۔

وہ باہر آئ ی تو اسے اپنی جگہ پر خواب خرگوش کے مزے لیتے دیکھ کر اس کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔ وہ سر جھٹک کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھی۔ جوں ہی دروازہ کھلا سامنے ہی روبینہ بیگم کھڑی تھیں۔ انہوں نے

ایک نظر زہرہ کے سراپے پر ڈالی اور دوسری نظر اس کی جگہ پر سوئے حازم پر انکی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ انھوں نے اپنے تہیہ کچھ اور ہی اخذ کر لیا تھا۔

زہرہ ان پر ایک جتاتی نظر ڈالتی باہر کی طرف.بڑھ گ ئ ی، جہاں سب لوگ ناشتے کی ٹیبل پر موجود تھے۔

سب کو سلام کرتے ہوئے اس نے چ ئ یر سنبھالی تبھی ادینہ نے جان بوجھ کر چائے کا کپ نیچے گرایا جس سے گرم گرم چائے زہرہ کے پاؤں پر گر گ ئ ی۔ اس نے ضبط سے ہونٹ بھینچ ل ئ ے۔ یاور ہمایوں اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا۔

ادینہ یہ کیا ہے؟

بھیا وہ غلطی سے کپ گر گیا۔

یاور نے ایک تیز نظر ادینہ پر ڈالی کیونکہ وہ اسے کپ گراتے دیکھ چکا تھا۔ اس نے فوراً ملازمہ کو آئنٹمینٹ لانے کو کہا اور زہرہ جمال کی چئیر کو گھما کر اپنی طرف موڑ کر پنجوں کے بل اس کے قریب بیٹھ گیا۔اس کا پاؤں سینڈل سے آزاد کرتے ہوئے اٹھا کر اپنے گھٹنے پر رکھا اور نرمی سے اس پر دوائی لگا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

سب کی نظریں یاور ہمایوں پر ٹکی تھی۔وہ بڑی سے بڑی بات پر بھی کبھی ادینہ سے اونچی آواز میں نہیں بولا تھا۔وہ بھی حیران نظروں سے اپنے جان چھڑکتے بھائی کو دیکھ رہی تھی۔۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر جوں ہی مڑا سامنے ہی خشمگیں نظروں سے گھورتے حازم پر پڑی۔وہ تیزی سے اس کی سائیڈ سے نکلتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف مڑ گیا۔

پاس کھڑی رومینہ بیگم کے شیطانی دماغ نے ایک منصوبہ ترتیب دیا اور ان کے ہونٹوں پر ایک زہریلی مسکراہٹ آ ٹھہری۔

حازم خان کی آنکھوں میں وہ لمحہ بس ٹھہر گیا۔جب اس کا پاؤں یاور کے ہاتھوں میں تھا۔سب کے بہت اصرار پر بی وہ وہاں پر نہیں رکا اور اسی وقت وہاں سے نکل آیا۔

سارے راستے وہ ہونٹ بھینچے رش ڈرائیونگ کرتا رہا اور زہرہ کی طرف ایک غلط نگاہ بھی نہ ڈالی۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

میں تعلق "خوبصورت موڑ" محبتوں کے شاعر ساحر لدھیانوی اپنی نظم توڑنے اور اجنبی بن جانے پر زور دیتے ہیں۔ لیکن کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ

کہہ دینے سے کوئی دور، دل کا اجنبی بن جائے۔ ممکن تو نہیں ہوتا کسی کو بھولنا۔

چلو اک بار پھر سے اجنبی بن جائیں ہم دونوں
نہ میں تم سے کوئی امید رکھوں دل نوازی کی
نہ تم دیکھو میری طرف غلط انداز نظروں سے
نہ میرے دل کی دھڑکن لڑکھڑائے میری باتوں سے

نہ ظاہر ہو تمہاری کشمکش کا راز نظروں سے
چلو اک بار پھر سے اجنبی بن جائیں ہم دونوں
تمہیں بھی کوئی الجھن روکتی ہے پیش قدمی سے
مجھے بھی لوگ کہتے ہیں یہ جلوے پرائے ہیں

میرے ہمراہ بھی رسوائیاں ہیں میرے ماضی کی

تمہارے ساتھ بھی گزری ہوئی راتوں کے سائے ہیں

چلو اک بار پھر سے اجنبی بن جائیں ہم دونوں

تعارف روگ بن جائے تو اس کا بھولنا بہتر

تعلق بوجھ بن جائے تو اس کو توڑنا اچھا

وہ افسانہ جسے انجام تک لانا نہ ہو ممکن اسے اک خوبصورت موڑ دے کر چھوڑنا اچھا

چلو اک بار پھر سے اجنبی بن جائیں ہم دونوں۔۔

پچھلے دو گھنٹے سے وہ بے مقصد گاڑی چلا رہا تھا۔ تھک ہار کر اس نے گاڑی ایک سائیڈ پر روکی اور اپنا سر سٹئیرنگ پر گرا دیا۔ اس کی بائیں آنکھ سے ایک آنسو نکل کر اس کی داڑھی میں گم ہو گیا۔۔۔

جب وہ میری نہیں تھیں تو اس دل میں اس کے ل ئ ے اتنی محبت کیوں بھر دی گ ئ ی۔۔۔

ضبط کی طنابیں ٹوٹ رہیں تھیں۔۔۔۔ وہ اپنا دل تو کب کا اس کے قدموں میں رکھ چکا تھا، لیکن نہ جانے اس کی محبت زہرہ کے دل میں گھر کیوں نہ کر سکی۔۔۔

اس نے اپنے موبائ ل کی سکرین سامنے کی اور اس پر موجود تصویر میں سفید رنگ کے کپڑوں میں ملبوس ہاتھوں میں سفید چوڑیاں ڈالے سنہری بال کندھے پر پھیلائے اس حسینہ کو دیکھا جو اول روز کی طرح اس کے دل پر براجمان تھی۔۔ یہ تصویر اس کی بر تھ ڈے کی تھی۔

یاور نے سب سے پہلے وہ تصویر سکرین سے ہٹائی ی۔ وہ اس سے بہت محبت کرتا تھا اور محبت سے بھی بڑھ کر اس کی عزت کرتا تھا۔

آج دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر جو کچھ وہ کر چکا تھا۔ اسے دیکھتے ہوئے اس نے سوچ لیا تھا کہ اب وہ اس کے سامنے کبھی نہیں جائے گا۔ وہ اس کے کردار پر کسی کو انگلی اٹھانے کا موقع نہیں دینا چاہتا۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

حازم انتہائی ی غصے میں زوردار آواز کے ساتھ گاڑی کا دروازہ بند کرتا ہوا اندر کی طرف بڑھ گیا۔

زہرہ اس کے رویے پر حیران ہوتی ہوئی ی اندر کی طرف بڑھ گ ئی ی۔

رومینہ خاتون ہشاش بشاش تھیں۔انہیں لگ رہا تھا یہ سب ان کے ل ئ ے بہت آچھا ہے اور وہ اس سب سے اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائ یں گی۔۔۔

حازم سب کو سلام کرتا ہوا اپنے کمرے کی طرف.بڑھ گیا۔۔

زہرہ دادی اور آغا جان کی طرف.بڑھ آئ ی جو اسے دیکھ کر خوشی سے اس کے ل ئ ے اپنی جگہ پر کھڑے ہو گ ئ ے تھے۔

ان کے پاس تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد وہ اوپر اپنے کمرے میں آ گ ئ ی۔۔۔

وہ کمرے میں داخل ہوئ ی تو واش روم سے پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی۔وہ اپنے کپڑے لے کر ڈریسنگ روم میں چلی آئ ی۔

کپڑے چینج کر کے واپس آئی ی تو وہ ڈریسنگ کے آگے کھڑا کف لنکس بند کر رہا تھا۔

زہرہ کو دیکھ کر وہ مڑا اور پینٹ کی پاکٹ میں ہاتھ ڈال کر آنکھیں چھوٹی کر کے اسے دیکھنے لگا۔

زہرہ اس کی نظروں سے جز بز ہوتی اپنی جگہ پر منجمند ہو گ ئی ی۔

وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا اس کے عین سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ گلابی کپڑوں میں ملبوس وہ اس کی نظروں کی تپش سے گلابی پڑ رہی تھی۔ تبھی اس کی آواز پر وہ سر د پڑ گ ئی ی۔

زہرہ جمال۔۔۔۔۔۔ایک بات یاد رکھنا مجھے دھوکہ دینے کی کوشش نہیں کرنا۔ میں جمال خان نہیں ہوں جو خاموشی سے سب کچھ برداشت کر لوں گا۔

میں تمہاری زندگی جہنم بنادوں گا۔۔۔۔

جب بھروسہ ہی نہیں ہے تو زندگی میں کیوں شامل کیا ہے مجھے۔

میں نے تمہیں اپنی زندگی میں نہیں شامل کیا بلکہ تمہیں زبردستی میری زندگی میں شامل کیا گیا ہے۔

آپ یہ زبردستی کا رشتہ ختم کر دیں۔ میں خود آپ جیسے شخص کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی۔ آپ اس رشتے سے نالاں بھی ہیں اور مجھے اپنا پابند بھی رکھنا چاہتے ہیں۔ یہ کیسی من مانی ہے۔ آپ تو میرے سامنے اف ئی یر چلا سکتے ہیں۔ لیکن میں سانس بھی نہیں لے سکتی۔

میں نے کون سا" غصے سے حازم کی گردن کی رگیں تن گ ئی یں۔

"اف ئی یر چلا یا ہے؟

میں آپ کی ہر بات کا جواب دینے کی پابند نہیں" ہمم اس نے سر جھٹکا

"ہوں۔

حازم نے ایک ہاتھ کا مکا بنا کر دوسرے ہاتھ پر مارا۔

زہرہ جمال۔۔۔مجھے برا بننے پر مجبور مت کرو۔

آپ کو بننے کی کیا ضرورت ہے آپ تو برے ہیں۔

آچھا۔۔۔میں نے تمہارے ساتھ کیا برائی ی کی ہے۔

آپ اور کیا برائی کریں گے؟ ایک تصویر کو آپ نے اپنی مرضی کا رخ دے دیا۔۔۔

تم کیا سمجھتی ہو۔ میں کچھ بھی نہیں جانتا؟؟

کیا میں نہیں جانتا کہ یونیورسٹی میں یاور ہمایوں تمہارا سینئر تھا اور تم پر جان دیتا تھا۔۔۔۔ وہ تمہارے پیچھے پاگل تھا۔۔۔۔ پوری یونی میں یہ بات سب جانتے تھے تو تمہیں کیونکر لگا کہ میں یہ بات نہیں جانتا ہوں گا۔۔۔

زہرہ۔۔ منہ کھولے حازم خان کو سن رہی تھی۔ وہ گنگ رہ گئی تھی الفاظ کہیں گم ہو گئے تھے۔۔۔۔ وہ منہ کھولے اسے دیکھ رہی تھی۔

وہ اس پر ایک فاتحانہ نظر ڈالتا ہوا اپنے کوٹ کے بٹن بند کرتا ہوا ڈور کی طرف مڑا۔

اس کے حلق سے بامشکل آواز نکلی ""میں اس میں انٹرسٹڈ نہیں تھیں۔ تھی۔

اورئیلی۔۔۔تم اس میں انٹرسٹڈ نہیں تھی۔اسی ل ئ ے وہ تمہاری برتھ ڈے سیلیبریٹ کرنے کے ل ئ ے تمہیں اپنے فارم ہاؤ س پر لے کر گیا تھا۔

میں اکیلی نہیں گ ئ ی تھی۔پوری یونی کو اس نے انوائ ٹ کیا تھا۔

زہرہ جمال کیا میں تمہیں جب رخصت کروکر لایا تھا۔اس وقت کی کوئی ی بھی بات یاد نہیں ہے۔

میں نے تمہیں کہا تھا کہ میں دھوکہ معاف نہیں کرتا۔سامنے چاہے میری ماں ہو، محبوبہ ہو یا پھر بیوی ہی کیوں نہ ہو۔۔

تمہیں کیا لگا جب میں کہہ رہا تھا کہ تم مجھے ایک باوفا عورت لگتی ہو تو کیا وہ میں نے تمہارے برے میں صیح کہا تھا۔وہ میرا طنز تھا جسے تم نہیں سمجھ سکی۔ چچچچچ وہ ایک مسکراہٹ پاس کرتا وہاں سے چلا گیا اور زہرہ جمال کو اپنا سانس سینے میں رکتا ہوا محسوس ہوا۔

وہ اس وقت آغا جان۔۔۔کے پاس بیٹھی تھی۔وہ اسے جمال صاحب کے بارے میں بتا رہے تھے۔وہ انہیں کچھ پریشان سی لگی۔

میرا بیٹا۔۔۔ماضی میں جو ہوا اسے میں بدلنے پر قادر نہیں ہوں مگر اس گھر میں تمہیں تمہارے تمام حقوق ملیں گے۔

میرا حازم دل کا بہت اچھا ہے۔سب کا احساس کرنے والا، بس ماں سے کچھ زیادہ قریب ہے۔اس کی کسی بات سے اختلاف نہیں کر سکتا۔تم بھی روبینہ بہو کا دل جیتنے کی کوشش کرو۔

"اس نے صرف اثبات میں سر ہلایا۔وہ انہیں نہیں بتا سکی کہ آپ کا پوتا یہ "رشتہ مجبوری میں نبھا رہا ہے۔

کافی دیر کی گفتگو کے بعد وہ اٹھ کر وہ اپنے کمرے میں چلی آئی ی۔آدھی رات بیت چکی تھی۔اس کا خیال تھا حازم گھر میں نہیں ہے۔لیکن کمرے میں داخل ہوتے ہی اسے کچھ غیر معمولی ہونے کا احساس ہوا۔اس نے دیکھا وہ ہاتھ میں کوئی ی چیز لئے اس پر نظریں ٹکائے گھور رہا تھا۔

وہ اس کی طرف دیکھتی واش روم میں گھس گ ئ ی۔ واپس آئ ی تو وہ ابھی بھی پہلے والی پوزیشن میں بیٹھا تھا۔

وہ اس کے پاس سے گزرنے لگی جب اس نے ہاتھ پکڑ کر اسے روک لیا، اور اٹھ کر اس کے مقابل کھڑا ہو گیا۔

زہرہ نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

حازم نے ایک گہرا سانس کھینچا اور ہاتھ میں موجود رنگ اس کے سامنے کی۔

یہ رنگ ڈریسنگ روم میں مرر کے آگے رکھی تھی۔

زہرہ کی آنکھیں پھٹ گ ئ ی۔ اس نے تو یہ انگوٹھی بہت سنبھال کر رکھی تھی۔ پھر یہ حازم خان کے پاس کیسے پہنچی اور یہ ڈریسنگ روم میں کیسے پہنچی۔

زہرہ نے ہاتھ بڑھا کر وہ انگوٹھی اس کی ہتھیلی سے اٹھالی۔

کیا میں پوچھ سکتا ہوں اتنی قیمتی انگوٹھی تمہارے پاس کہاں سے آئی ی ہے۔

اسے اس سوال کی امید تھی اور وہ اس کا جواب بھی سوچ چکی تھی۔

یہ۔۔۔یہ انگوٹھی مجھے ماں نے دی تھی۔

اس کی بات پر حازم نے سر ہلایا۔اسے اس کی بات پر ایک فیصد بھی یقین نہیں آیا تھا۔

میں نے تمہیں یہ کبھی پہنے نہیں دیکھا؟

ہاں وہ بس ایسے ہی، اب پہن لوں گی۔اس سے کوئی ی جواب نہیں بن پڑ رہا تھا۔

وہ اس کا گڑبڑانا دیکھ چکا تھا۔اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ یہ انگوٹھی اسے کس نے دی ہو گی۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ اس کے بارے میں اس سے زیادہ جانتا ہے۔

وہ خاموشی سے آ کر اپنی جگہ پر کر لیٹ گ ئی ی۔

وہ اندر سے پوری جان سے کانپ رہی تھی۔اس نے دل میں نہ جانے یاور ہمایوں کو کتنی ایک گالیاں دے ڈالیں۔جس نے اسے ایک مصیبت میں ڈال دیا تھا۔

یہ انگوٹھی بھی اس کے زبردستی کے دئیے گئے تحفوں میں سے ایک تھی۔ جسے وہ واپس کرنا چاہتی تھی۔ لیکن وہ نہ کر سکی اور اب یہ اس کے گلے کی ہڈی بن گئی تھی۔۔۔

حازم خان۔۔۔ کافی دیر بیٹھا اسے گھورتا رہا اور پھر اٹھ کر ٹیرس پر آ گیا۔۔۔ وہ ٹیرس پر رکھی چئیرز میں سے ایک پر ٹک گیا۔

وہ اتنا تو جانتا تھا کہ وہ یاور ہمایوں میں انٹرسٹڈ نہیں تھی، لیکن پھر بھی اس کے دل میں ایک کانٹا سا تھا۔۔۔

وہ یاور کی آنکھوں میں موجود جذبات کا ایک سمندر دیکھ چکا تھا۔۔۔

اس کی زہرہ کی طرف اٹھنے والی ہر نگاہ میں ایک آگ اسے جلتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔۔۔

وہ عجیب کشمکش کا شکار تھا۔ایک طرف اس کی بیوی تھی۔ جس کا وہ ہر گزرتے دن کے ساتھ دیوانہ ہوتا جارہا تھا۔وہ ہر وقت اس کے حواسوں پر چھائی ی رہتی تھی۔ وہ پاس نہیں ہوتی تب بھی اسے گمان ہوتا تھا کہ وہ اس کے آس پاس ہے۔اور دوسری طرف ماں تھی۔ جان چھڑکنے والی ماں ،جس نے آج تک بس اس دیا ہی تھا۔اس سے کچھ بھی نہیں لیا۔۔۔ جبکہ زہرہ جمال کے بارے میں وہ یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ اس سے محبت کرتی بھی ہے کہ نہیں۔اگر وہ زہرہ کو بیوی کا مقام دیتا ہے تو ماں کی نافرمانی ہو گی۔اس کی ماں نے اس سے وعدہ لیا تھا کہ وہ کبھی اسے بیوی کے حقوق نہیں دے گا۔اس نے خود پر بند باندھ رکھے تھے۔۔۔ وہ عجیب اذیت کا شکار ہو رہا تھا اور وہ اپنی فرسٹریشن اس پر نکال رہا تھا۔۔۔۔۔۔۔

اسے اس کی بے نیازی پر بھی غصہ آتا تھا۔ وہ بھی اس سے کوئی ی شکایت نہیں کرتی تھی۔ بس ایک اجنبی بنی ساتھ رہتی تھی۔ اسے لگ رہا تھا وہ اس انتقام کی جنگ میں اپنی محبت کہیں کھو دے گا۔

رات دھیرے دھیرے بیت رہی تھی۔۔۔۔ ٹیرس پر حازم خان اپنے آپ سے لڑ رہا تھا۔ تو اندر زہرہ ایک جھوٹ بول کر اب خوف اور وسوسے کا شکار ہو رہی تھی۔ اسے لگ رہا تھا کہ حازم خان کو اگر اس کے جھوٹ کا پتہ چل گیا تو وہ اس کی جان لے لے گا۔

یاور رات کے آخری پہر دبے قدموں گھر میں داخل ہوا۔۔۔

موبائل کی ہلکی سی روشنی سے وہ اپنے کمرے تک پہنچا۔ کمرے کی لائٹ جلا کر جوں ہی مڑا سامنے چئیر پر ماں کو سوتے پایا۔۔۔۔

اس نے ایک گہرا سانس بھرا اور آ گے.بڑھ کر ماں کے قدموں میں.بیٹھ گیا ۔اور اپنا سر ان کے گھٹنوں پر رکھ دیا۔وہ بھی اس کا لمس محسوس کرتی ہوئی ی جاگ گ ئی یں اور اس کے سر پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

کہاں تھے؟ صبح کے نکلے رات کے اس پہر لوٹ رہے ہو۔

اس نے جواب کی بجائے ان سے سوال ""آپ یہاں کیوں سو رہی ہیں؟ کیا۔

تمہارا نمبر بھی بند جا رہا تھا۔تم نے کوئی ی اطلاع بھی نہیں دی۔میں کیسے سو سکتی تھی۔

وہ اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگا۔

"ممّا"

بولو یاور کیا بات ہے جو تم اتنا پریشان ہو؟ پچھلے دو ماہ سے میں دیکھ رہی ہوں، تم بہت زیادہ سمکوکنگ بھی کرنے لگو ہو۔ مجھے ملازمہ نے بتایا ہے کہ وہ روزانہ تمہارے کمرے سے بہت سے آدھ جلے سیگریٹ اٹھاتی ہے۔ مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے؟ تم تو ایسے نہیں تھے۔

"ارے ماں۔۔۔آپ تو ایسے ہی پریشان ہو رہی ہیں۔ میں ٹھیک ہوں ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔

آپ سے بس ایک بات کہنی ہے ماں۔۔۔۔

ہاں بولو۔۔

"مما۔۔۔۔آپ ادینہ کو کہیں وہ حازم اور اس کی بیوی کی زندگی سے دور رہے۔"

اس کی بات سن کر سیما بیگم زور زور سے رونے لگی۔

یاور ماں کو ایسے روتے دیکھ کر پریشان ہو گیا۔

ارے ماں۔۔۔۔کیا ہوا ہے؟کیا میں نے کچھ غلط کہہ دیا ہے؟آچھا آپ ادینہ سے کچھ نہ کہئیے گا۔۔۔

وہ اس کے سینے سے لگ کر اور زیادہ رونے لگیں۔

ماں۔۔۔ پلیز کچھ تو بولیں، کیا ہوا ہے؟

میں نے تمہارے موبائل میں زہرہ کی تصویریں دیکھی ہیں۔

ان کی بات پر وہ چپ ہو گیا۔۔۔ اس کے دل میں ایک درد سا اٹھا۔

ماں کو حوصلہ دینے کے لئے وہ مسکرا دیا۔

آپ اس لئے رو رہی ہیں؟

ہمم۔۔۔۔ انہوں نے اثبات میں سر ہلا یا۔

لیکن کیوں؟

تم اس سے محبت کرتے ہو؟

نہیں ماں۔۔۔ایسی کوئی ی بات نہیں ہے۔

میں تو بس یونی میں اس سے فلرٹ کرتا رہا ہوں۔میں اس سے محبت نہیں کرتا۔

سیما بیگم نے رونا چھوڑ کر اسے دیکھا۔۔۔ تمہیں تو یاور جھوٹ بولنا بھی نہیں آتا۔۔۔

یہ جو تمہاری آنکھوں میں سرخی ہے۔یہ تمہارا گھر سے کہیں کہیں دن غائی ب رہنا۔اپنے موبائی ل میں اس کی تصویر کو گھنٹوں دیکھنا۔کیا یہ سب جھوٹ ہے۔یاور تم نے اپنی ماں سے کب سے جھوٹ بولنا شروع کر دیا ہے۔۔۔

وہ ماں کو مزید جھٹلا نہیں سکتا تھا۔منہ موڑ کر کھڑا ہو گیا۔

یاور ماں کی طرف دیکھو بیٹا۔۔۔۔اس نے زبردستی مسکرانے کی کوشش کی۔

وہ ہے ہی ایسی کوئی ی بھی اس سے محبت کر سکتا ہے۔لیکن میرا بیٹا تو ایک ہیرا ہے اور رب نے میرے بیٹے کے لئے کوئی ی بہت اچھی سی لڑکی رکھی ہو گی۔

نہیں ماں۔۔۔۔۔وہ نہیں تو کوئی ی بھی نہیں۔۔۔

اس کی بات پر ان کی آنکھوں میں پھر سے پانی جمع ہونے لگا۔

اچھا ماں رونا نہیں۔جب بھی اس جیسی کوئی ی مل گئی ی تو کر لوں گا۔دونوں ماں بیٹا مسکرادئیے۔

\-

سمندر کا ٹھنڈا پانی تمہارے قدموں کو چھوتا ہوا میرے قدموں میں جذب ہو جائے، تم بس میری رہو، میرے ساتھ ، میرے پاس۔۔۔۔۔اور میری بن کر۔۔۔۔

وہ اس پل برستی بارش میں اور " پاس۔۔۔۔۔اور میری بن کر۔۔۔۔ خزاں کے دلکش منظر کو دیکھ کر بولا۔

ایک اور گھائل کرتا وار۔ ""ہمیشہ کوئی چیز نہیں رہتی۔

محبت ہو جائے تو اسے روکا کیسے جاتا ہے، میں نہیں جانتا۔۔۔میں نہیں جانتا۔۔۔۔۔میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ سوائے اس کے کہ میں نے محبت کر دی ہے جس کے بعد سوائے آگے "وائی ٹ لائی ن کراس" کی وہ بڑھنے کہ اور کوئی آپشن نہیں ہوتا۔

میں فقط اتنا جانتا ہوں کہ تم میرے ل ئی ے بہت خاص ہو۔ تم وہ ہو جو مجھے چاہئی یے ہے، تم وہ ہو جس کی مجھے تلاش تھی۔ میں کیسے

بے بسی اس کے ہر ایک لفظ "سنبھلوں؟ میں کیا سمجھوں؟ میں نہیں جانتا۔ سے جھلک رہی تھی۔

"میرے جذبوں میں، میری محبت میں وہ شدت ہے کہ ------۔ تمہیں مجھ سے محبت ہو جائے گی۔

ایک اور "محض مفروضے کے بنا پر میں کوئی ی رشتہ نہیں جوڑ سکتی۔ دھتکار۔

تم اس محبت کو یہی دفن کر دو اور چلے جاؤ۔

زہرہ جمال کو آج اپنے الفاظ کی سنگینی کا اندازہ ہو رہا تھا۔

اس کی نظر ہاتھ میں موجود انگوٹھی پر تھی۔اسے یاور کا ایک ایک لفظ یاد تھا۔

اس دن اسے دیکھ کر وہ ڈر گئی تھی،نہ جانے وہ کیسے ری ایکٹ کرے گا۔۔۔کیونکہ اس نے اس کی دیوانگی دیکھی تھی۔وہ اس کے جنون سے واقف تھی۔اس کے دل کو ابھی بھی دھڑکا لگا رہتا تھا کہ نہ جانے وہ کب آ جائے گا اور اس کی شادی شدہ زندگی کا ذخیرہ بکھر جائے گا۔

الیکشن کی تیاریاں زور و شور سے جاری تھیں۔

حازم خان اور ہمایوں صاحب دونوں روزانہ کہیں نہ کہیں جلسہ کر رہے تھے۔ان کے اوران کے مخالفین کے درمیان تند و تیز جملوں کا تبادلہ بھی جاری تھا۔۔۔

ہمایوں خان منجھے ہوئے سیاستدان تھے ان کا وسیع تجربہ تھا جبکہ حازم خان ابھی نوآموز تھا۔لیکن اس کی جذباتی تقاریر کارکنان میں ایک ولولہ پیدا کر رہیں تھیں۔۔ہر طرف ان کی دھوم مچی تھی۔

ان کے مخالفین انکی بڑھتی ہوئی ی مقبولیت سے خوفزدہ ہو رہے تھے۔۔

حازم خان آج معمول سے کچھ زیادہ لیٹ گھر لوٹا تھا۔۔وہ کمرے میں داخل ہوااور بیڈ پر بیٹھ کر جوتے اتارنے لگا۔اس کی نظر جائے نماز پر بیٹھی زہرہ پر پڑی جو سجدے میں تھی۔۔حازم سخت تھکن کی وجہ سے کپڑے چینج کیے بغیر ہی لیٹ گیا۔۔۔اسے لیٹے دس منٹ گزر چکے تھے۔اسے نے رخ موڑ کر دیکھاتو زہرہ ابھی تک سجدے میں ہی تھی۔کسی انہونی کے ڈر سے اٹھ کراس کے قریب گیااور اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔زہرہ نے تیزی

سے سر اوپر اٹھایا اس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں۔ حازم کے دل کو کچھ ہوا اس نے آگے بڑھ کر اسے اپنے حصار میں لیا اور لا کر بیڈ پر لیٹا کر آچھی طرح سے بلینکٹ رکھ کر خود بھی ساتھ ہی بیٹھ گیا۔۔۔ دونوں کے درمیان کوئی ی بات نہیں ہوئی ی۔ وہ اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتا رہا جبکہ زہرہ اس پر نظریں ٹکائے لیٹی رہی۔ زہرہ نے نیند سے بوجھل آنکھیں بند کیں تو حازم نے بھی جگہ چھوڑ دی۔ اس کی نیند اڑ چکی تھی وہ سیگریٹ کا پیکٹ اور لائیٹر لے کر سٹڈی روم میں چلا آیا۔ اور زندگی میں پہلی بار اس نے ایک ساتھ کہیں ایک سیگریٹ پھونک ڈالے۔ اسے ماں کی طرف سے الٹی میٹیم دے یا گیا تھا کہ وہ الیکشنز کے بعد ادینہ کے ل ئے اس کا رشتہ لے کر جا رہی ہیں۔۔ اور اب آغا جان اور رمیز صاحب کو منانا تمہارا کام ہے۔۔۔ وہ سخت ذہنی الجھن میں تھا۔۔

اس کے دل پر ایک بوجھ سا تھا۔ اور وہ اپنے دل کا بوجھ کسی کے ساتھ ہلکا بھی نہیں کر سکتا تھا۔

یاور شہر میں اپنے بزنس میں مصروف تھا۔۔ وہ کہیں کہیں گھنٹے بنا سوئے کام کرتا رہتا تھا۔۔آج بھی وہ معمول کے مطابق رات کو دو بجے گھر آیا تھا۔ تبھی اس کے موبائل پر حازم کالنگ لکھا آیا۔اس نے کال ریسیو کی تو حازم نے اسے جلدی سے ہاسپٹل پہنچنے کو کہا۔وہ انہی قدموں لوٹا ،گاڑی ہاسپٹل کی پارکنگ میں روکتے ہوئے۔وہ پاگلوں کی طرح اندر بھاگا۔۔۔

کاریڈو میں اسے حازم نظر آیا وہ تیزی سے اس کے پاس پہنچا۔

حازم کیا ہوا ہے؟

یاور۔۔۔ حوصلہ کرو، یار جلسے میں کسی نے ماموں پر فائی رنگ کر دی ہے۔

کہاں ہیں پاپا؟

ڈاکٹرز انہیں آئی سی یو میں لے گ ئ ے ہیں۔

یاور کا دل عجیب وسوسوں میں گرا ہوا تھا۔۔۔اس نے کانپتے ہاتھوں سے اپنے دوست کو کال کی جو کہ اس ہاسپٹل کا مالک تھا۔اسے مختصرًا باپ کے بارے میں بتا کر وہ آئی سی یو کے باہر پہنچا۔

تین گھنٹے کے جان لیوا انتظار کے بعد ڈاکٹر نے اسے بتایا کہ ہمایوں صاحب اس سے ملنا چاہتے ہیں۔وہ جب اندر داخل ہوا تو بہت سی مشینوں میں جکڑے ہوئے تھے۔۔۔انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے اسے قریب بلایا۔اس نے آگے بڑھ کر ان کا ہاتھ تھام لیا۔۔

انہوں نے آکسیجن ماسک اتارا اور اٹکتے ہوئے یاور سے وعدہ لیا کہ وہ ان کا ادھورا کام مکمل کرے گا۔۔۔ وہ اپنے علاقے کے ل ئ ے،اپنے علاقے

کے لوگوں کے لئے کام کرے گا۔ وہ ان کا چھوڑا ہوا مشن مکمل کرے گا۔ اور پھر اس کے باپ نے اس کے ہاتھوں میں دم توڑ دیا۔۔ وہ کچھ بھی نہ کر سکا۔۔۔

وہ باپ کا لاڈلا بیٹا تھا۔ وہ اس سے ناراض تھے۔ لیکن دونوں باپ بیٹے میں بہت محبت ۔

کہتے ہیں مرد روتے نہیں ہیں۔ وہ بھی نہیں رویا۔ بہت ہمت سے وہ باپ کا جسد خاکی لے کر گاؤں پہنچا تھا۔

یاور کو دیکھ کر سیما بیگم نے ایک دھائی دی اور بیٹے کے گلے لگ کر بلک بلک کر روئی یں۔۔۔ رانیہ اور زہرہ نے ان دونوں کو الگ کیا۔۔ وہ بھی ماں کو خود سے الگ کرتا ہوا باہر نکل گیا۔۔۔

لوگوں کا ایک جم غفیر نے ان کے جنازے میں شرکت کی تھی۔

ادینہ کی حالت بھی بہت خراب تھی۔۔۔رومینہ بیگم اس کو سنبھال رہیں تھی۔۔

جب جنازہ اٹھایا گیا تو ہر آنکھ اشک بار تھی۔

سب پر ایک سکوت طاری تھا۔سب غم میں ڈوبے تھے۔رومینہ بیگم کی حالت بھی بہت خراب تھی۔۔۔

سیما بیگم اور ادینہ کو یاور نے اصرار کر کے کچھ کھلا کر دوائی ی دے کر سلا دیا۔۔۔

سیما بیگم اس کا ہاتھ پکڑے ہی سوئی ی۔ان کے سونے کے بعد وہ نیچے آیا اور حازم کے برابر بیٹھ گیا۔جس کے آگے زہرہ کھانا رکھ رہی تھی۔

حازم نے زہرہ سے اس کے ل ئی ے بھی کھانا لانے کو کہا۔۔۔

زہرہ نے اس کے سامنے کھانا رکھا تو یاور نے نظریں جھکائے ہی اس کا شکریہ ادا کیا۔

سوئی م کے بعد جب زہرہ حازم کے ساتھ تیار ہوئی ی تو رومینہ بیگم نے حازم سے اسے چھوڑ جانے کو کہا۔

زہرہ وہاں نہیں رکنا چاہتی تھی۔اس نے حازم کی طرف دیکھ کر ناں میں گردن ہلائی ی

وہ شش پنج میں دونوں کو دیکھنے لگا

رومینہ بیگم اسے چھوڑ کر جانے پر مصر تھیں جبکہ زہرہ اسے اشارے سے منع کر رہی تھی۔۔۔

اپنے کمرے کی کھڑکی سے یہ سب دیکھتا یاور بھی حازم کو دیکھنے لگا کہ وہ کیا فیصلہ کرتا ہے۔۔۔

یاور کا دل بے ایمان ہوا تھا۔اس کے دل نے شدید خواہش کی تھی کہ حازم اسے چھوڑ جائے۔اور پھر اس کی خواہش کے عین مطابق اسے اکیلا ہی گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہوتا نظر آیا۔ تھوڑا سا آگے جا کر گیٹ سے تھوڑا سا فاصلے پر اس کی گاڑی رکی تھی۔اس نے سر باہر نکال کر زہرہ کو پاس بلایا تھا۔

وہ ایک امید سے چلتی اس کے قریب آئی ی۔

قریب آنے پر حازم نے جیب سے کچھ نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھائے لیکن زہرہ نے ہاتھ نہیں بڑھایا۔

دیکھو زہرہ میں دو تین دن تک آکر تمہیں لے جاؤں گا۔ماں نے بہت پیار سے تمہیں رکنے کے لئے کہا ہے ،تو رہ جاؤ نہ ، میں ناں کر کے ان کا دل نہیں توڑنا چاہتا۔

جی۔۔۔آپ ان کا دل نہیں توڑ سکتے لیکن میرا دل توڑنے میں تو آپ کو سکون حاصل ہوتا ہے۔

واٹ ربش۔۔۔۔۔یہ کیا تم الٹی سیدھی باتیں سوچتی رہتی ہو۔

زہرہ نے جواب دینے کی بجائے ، غصے سے وہاں سے چل دی۔

حازم نے غصے سے اپنا ہاتھ زور سے سٹئیرنگ پر مارا،اور گاڑی آگے بڑھادی۔

سفید رنگ کے قمیض شلوار پر بلیک کوٹ پہنے کلائی ی میں گھڑی بند کرتا یاور ماں کے کمرے میں داخل ہوا تو سامنے ہی وہ کھڑی تھیں۔

بلیک کلر کے خوبصورت جوڑے میں ملبوس دوپٹہ سر پر ٹکائے سیما بیگم کے قریب بیٹھی کسی بات پر ہنس رہی تھی۔ یاور کو دیکھ کر اس کی ہنسی کو بریک لگ گئی ی۔

وہ بھی نظریں پھیر کر کھڑکی کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔

ماں آپ سے کچھ بات کرنی تھی؟

زہرہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی ی لیکن سیما بیگم نے ہاتھ پکڑ کر اسے واپس بٹھا لیا۔

پھپھو آپ لوگ بات کر لیں۔ میں باہر چلی جاتی ہوں۔

نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تم بیٹھو یہی۔

یاور۔۔۔بولو بیٹا اتنے اداس کیوں لگ رہے ہو؟

اس نے رخ موڑ کر ماں کو دیکھا۔۔۔

اداسی کے بھی سو چہرے ہیں اور ان میں سب سے اداس چہرہ جس میں دوبارہ ملاقات کا امکان کم ہو۔۔۔

اس کی بات پر زہرہ خفت سے سرخ پڑ گ ئی ی۔

اور یاور ہمایوں اس پر ایک نظر ڈال کر ہونٹ بھینچے وہاں سے نکل گیا۔۔۔

سیما بیگم نے بیٹے کی تکلیف پر اذیت سے زہرہ سے رخ موڑ کر آنکھیں بند کیں اور دو آنسو آنکھوں سے نکل کر گالوں پر پھسل گ ئ ے۔

جبکہ زہرہ سیما بیگم کے سامنے شرمندگی سے نظر بھی نہ اٹھا سکی۔اسے ایک بار پھر سے حازم پر غصہ آنے لگا۔جو اسے یہاں چھوڑ کر چلا گیا۔۔۔

____

آج اسے یہاں آئے ہوئے پورا ایک ہفتہ گزر چکا تھا۔۔اس کا اور یاور کا آمنا سامنا دوبارہ نہیں ہوا تھا۔

یاور نے باپ کی جگہ کاغذات نامزدگی جمع کروادئی یے تھے۔اور اب وہ اور حازم الیکشن کمپ ئی ین میں مصروف تھے۔ یاور ہمایوں کے مقابلے میں حازم اکسفورڈ کا گریجویٹ تھا۔۔دونوں ہی متحمل مزاج تھے۔ لیکن یاور ہمایوں تھوڑا شدت پسند واقع ہوا تھا۔ باپ کی موت نے اسے بہت اگریسیو بنادیا تھا۔اس کی تقریروں میں بھی ایک الگ قسم کا جوش ہوتا تھا۔۔۔وہ کسی بھی ہجوم کو اپنی باتوں سے قائ ل کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ اور وہ اپنی اس خوبی سے بخوبی واقف تھا،اور اس کا بھرپور استعمال بھی کر رہا تھا۔۔

حازم اور یاور کی سکولنگ ایک ساتھ ایک ہی انسٹیٹیوٹ سے تھی۔۔۔۔

حازم ایک بہت آچھا مقرر تھا۔وہ ٹی وی چینلز پر اپنی پارٹی کا سپوکن پرسن بھی تھا۔۔دونوں نوجوانوں کے ہیرو تھے۔یاور کو اپنے علاقے کے

ل ئ ے پہلے سے ہی کام کرنے کا ایڈوانٹیج بھی حاصل تھا۔ پھر باپ کی سالوں کی محنت بھی شامل حال تھی۔

زہرہ کو لگ رہا تھا کہ حازم اسے یہاں چھوڑ کر بھول ہی گیا ہے۔۔۔اس کی ہر صبح کا آغاز حازم کے انتظار سے شروع ہوتا اور پھر سارا دن اسی انتظار میں ختم بھی ہو جاتا۔

آج اسے رومینہ بیگم نے بتایا تھا کہ حازم اسے لینے رہا ہے۔اس ل ئ ے وہ تیار رہے۔وہ تیار ہو کر آئ ی تو اسے رومنہ بیگم نے سٹڈی روم سے کوئ ی کتاب لانے کے ل ئ ے بھیج دیا۔وہ کتابوں کی دلدادہ خوشی خوشی چل دی۔

جس وقت وہ سٹڈی روم میں داخل ہوئ ی تو سامنے ہی یاور کسی فائ ل کی ورق گردانی میں مصروف تھا۔اس نے حیرانگی سے زہرہ کو دیکھا اور واپس فائ ل پر جھک گیا۔

زہرہ بھی اسے اگنور کرتے ہوئے بک شیلف کی طرف بڑھ گئی۔ وہ ابھی بک شیلف کے پاس پہنچی ہی تھی، جب ڈور ایک زوردار آواز کے ساتھ بند ہو گیا۔ زہرہ بھاگ کر واپس ڈور تک پہنچ لیکن وہ باہر سے لاک ہو چکا تھا۔۔۔ زہرہ لاک کو دونوں ہاتھوں سے گھمانے لگی لیکن اب دیر ہو چکی تھی۔ وہ ایک جال میں پھنس چکی تھی۔۔۔ وہ زور سے دروازے پر ہاتھ مارنے لگی اور زور زور سے باری باری سب کو آوازیں دینے لگی۔

یہ سب کچھ دیکھتا یاور اپنی جگہ سے اٹھا اور ایک سائیڈ سے دروازے کی ماسٹر کی ڈھونڈنے لگا جو کہ ہر وقت ایک مخصوص جگہ پر موجود ہوتی تھی۔

وہ چابی لے کر جوں ہی مڑا اسے باہر سے حازم کی آواز سنائی دی جو زہرہ کو ہی پکار رہا تھا۔ اس کے ساتھ ادینہ، رومینہ بیگم اور سیما بیگم کی آوازیں بھی آنے لگی۔۔

زہرہ کے ہونٹوں پر قفل لگ گیا۔ اس نے مڑ کر ایک درزیدہ نظر یاور پر ڈالی۔ اس کا رنگ لٹھے کی مانند سفید پڑ گیا تھا۔۔۔

یاور کا دل کیا وہ خود کی جان لے لے۔ باہر سے لاک کھلنے کی آواز آ رہی تھی۔زہرہ کو لگا کہ وہ عنقریب بے ہوش ہو کر گر جائے گی۔اسنے خود دروازے کے ہینڈل کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔

تبھی اس نے یاور کو تیزی سے اپنی طرف بڑھتے دیکھا وہ تیزی سے اس کے قریب سے گزرتا ہوا دوسری طرف موجود ایک دروازے میں گم ہو گیا۔ وہ ایک پرانا سٹور روم تھا۔ داخل ہوتے ہوئے یاور نے سب سے پہلے اپنا موبائی ل آف کیا تھا۔

جوں ہی دروازہ کھلا زہرہ تیزی سے باہر نکلی اور حازم کے سینے سے آ لگی۔
اور ہچکیوں سے رونے لگی۔

حازم نے سب کے سامنے خجل ہو کر اسے خود سے دور کیا اور ہاتھ پکڑ کر ہال میں لے آیا۔ جہاں نانا اور نانی جان موجود تھے۔

اسے ایک طرف بٹھا کر پانی اس کے لبوں سے لگا دیا۔

دوسری طرف رومینہ بیگم اور ادینہ حیران تھیں کہ یاور کہاں گیا۔انہوں نے توآج زہرہ اور حازم کو الگ کرنے کا پورا بندوبست کر لیا تھا۔لیکن دروازہ کھلنے پر یاور کو نہ پا کر وہ سخت بدمزا ہوئی یں اور اب منہ لٹکائے ایک سائی یڈ پہ کھڑیں تھیں۔

کافی دیر تک جب سب آوازیں آنا بند ہو گ ئی یں تو یاور دبے پاؤ ں سٹور روم سے نکلا اور اپنے کمرے میں آ گیا۔

اس نے کوٹ اتار کر ایک طرف پھینکا۔ایک مضبوط اور پر اعتماد مرد ہو کر بھی اس سچوئی یشن میں اس کی پیشانی پسینے سے تر تھی۔اس نے دو انگلیوں سے اپنی پیشانی مسلی اور ایک لمبا سانس بھر کر وارڈروب سے اپنے کپڑے لے کر واش روم میں گھس گیا۔

شاور لے کر واپس آیا اور موبائی ل آن کر کے نیچے چلا آیا۔اس نے زہرہ کو دیکھنے سے احتراز بھرا۔۔لیکن پھر بھی اپنے دل کے سکون کے ل ئی ے اس کی طرف دیکھا تو اسے افسوس ہوا کہ کاش وہ اس کی طرف نہ دیکھتا۔۔

کیونکہ وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی اور اس کی نظروں میں اسے دیکھ کر ایک خوف تھا، ایک نفرت تھی۔اور وہ مجرم نہ ہوتے ہوئے بھی خود کو اس کا مجرم سمجھنے لگا۔اس کے لئے وہاں کھڑا رہنا مشکل ہو گیا اور وہ حازم سے کسی میٹنگ کا بہانہ کر کے وہاں سے چلا گیا۔

پھر سیما بیگم کے بہت اصرار کے بعد بھی زہرہ وہاں نہیں رکی۔۔۔حازم کی نظریں اس کے چہرے پر مرکوز تھیں۔اس کی آنکھوں میں ایک خوف تھا۔

حازم خان اسے پہلے ہی بتا چکا تھا کہ وہ اس پر اعتبار نہیں کرتا۔اور اگر آج وہ یاور کو دیکھ لیتا تو آگے کے بارے میں سوچ کے ہی اس نے جھرجھری لی۔۔۔

یاور رات کو واپس لوٹا تو اس کا موڈ آف تھا۔ وہ کافی دیر دادا جان کے ساتھ بیٹھا رہا۔ دادا جان اور دادی جان کے کمروں میں جانے کے بعد وہ ادینہ کی طرف مڑا۔

ادینہ تم کب جا رہی ہو واپس شہر تمہاری یونی کھل چکی ہے۔اور تمہاری پڑھائی ی کا بھی حرج ہو رہا ہے۔ تم کل تیار رہنا میں شہر جاؤں گا تو تمہیں بھی چھوڑ آؤں گا۔

ادینہ نے مدد کے ل ئی ے رومینہ بیگم کی طرف دیکھا۔ کیونکہ پڑھائی ی میں اسے کوئی ی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ تو بس گاؤں سے جان چھڑانے کے ل ئی ے اس نے ایڈمیشن لے لیا تھا۔۔ لیکن اب چونکہ حازم بھی لوٹ آیا تھا تو وہ شہر کیوں جاتی۔

اس نے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا تو اپنے نام کے ساتھ ہمیشہ حازم کا نام سنا۔

رومینہ بیگم نے اسے بتایا تھا کہ اسے ان کی بہو بننا ہے۔اور وہ بھی اس کے خواب دیکھنے لگی۔۔۔ بھلا حازم خان سے محبت کرنے کے لئے کسی توجیع کی ضرورت تھی۔وہ تو ایک ساحر تھا جو جہاں جاتا تھا سب کو اپنے سحر میں جھکڑ لیتا تھا۔وہ بھی اس کے سحر میں مبتلا ہو گئی۔۔۔وہ تو اس کی روح میں بسا تھا۔۔۔

لیکن حازم خان نے اپنے جزبات صرف اپنی بیوی کے لئے سنبھال رکھے تھے۔لیکن اب جب بیوی پاس تھی تو وہ کشمکش کا شکار تھا۔۔۔اسے اس سے محبت تو تھی لیکن اعتبار نہ تھا۔۔

اور شاید زہرہ جمال اپنی ساری زندگی تیاگ کر بھی اعتبار حاصل نہ کر سکے۔۔۔کیونکہ اس کے آس پاس سازشوں کا ایک جال بنا جارہا تھا۔۔۔اور پھر جب شوہر کی زندگی میں دوسری عورت آجائے تو پھر پہلی وال کی ناقدری ہی ہوتی ہے۔

میں سونے جا رہا ہوں، صبح سویرے تیار ہو جانا۔

لیکن یاور بیٹا۔۔۔ابھی ہمایوں کو ہم سے جدا ہوئے کتنے ہی دن ہوئے ہیں؟ بچی اکیلی کیسی رہے گی؟

یاور اپنا غصہ دباتے ہوئے تیزی سے پلٹا۔

پھپھو۔۔۔۔۔آپ ادینہ کو اس کے حال پر چھوڑ دیں۔اس کو بتا دیں کے آپ کے بیٹے کی شادی ہو چکی ہے۔آپ اپنے بیٹے کو زندگی میں آگے بڑھنے دیں۔ماضی میں جینا چھوڑ دیں۔اس کو بھی کہیں کہ وہ بھی ماضی کو بھول جائے۔آپ لوگ جو کچھ کرتیں پھر رہی ہیں، میں وہ سب جانتا ہوں۔

تم اگر سب کچھ جان ہی گ ئی ے ہو تو پھر سن لو میرا بھائی ی تو اب اس دنیا میں نہیں ہے۔اس ل ئی ے میں تم سے اپنے حازم کے ل ئی ے ادینہ کا رشتہ مانگتی ہوں۔

"تو پھر میرا جواب بھی سن لیں ، مجھے یہ رشتہ منظور نہیں ہے۔میں ایک شادی شدہ شخص کے ہاتھ میں اپنی بہن کا ہاتھ نہیں دے سکتا۔

یاور۔۔کیا ہمارے خاندان میں اس سے پہلے کسی نے دوسری شادی نہیں کی ہے؟ پھر بھی اگر تمہیں اس کے شادی شدہ ہونے پر اعتراض ہے تو حازم زہرہ کو طلاق دے دے گا۔

یاور نے حیرت سے اپنی پھپھو کو دیکھا۔۔۔جو ایک عورت ہو کر دوسری عورت کو برباد کرنے پر تلی ہوئی ی تھیں۔

میں پھر بھی ادینہ کی شادی حازم سے نہیں کروں گا۔اس نے بات ختم کر دی تھی۔

لیکن بھائی ی۔۔۔مجھے حازم خان سے شادی کرنی ہے،ہر حال میں مجھے اس کے شادی شدہ ہونے پر کوئی ی اعتراض نہیں ہے۔

ادینہ بعد میں بات کریں گے۔

نہیں بھائی ی۔۔۔جو بات ہو گی وہ ابھی ہو گی،اسی وقت آپ پھپھو کو ہاں میں جواب دے دیں۔

ادینہ وہ بچپن سے اسے پسند کرتا ہے۔تم اس کی زندگی میں کہیں بھی ایگزسسٹ نہیں کرتی۔

میں اس کی زندگی میں اپنی جگہ بنالوں گی۔وہ میرا مسئلہ ہے۔۔۔

ٹھیک ہے پھپھو۔۔۔آپ پہلے اپنے بیٹے سے بات کر لیں۔اگر وہ راضی ہے تو مجھے بھی کوئی ی اعتراض نہیں ہو گا۔۔۔

یاور کو پورا یقین تھا کہ حازم کبھی بھی نہیں مانے گا۔

"اس کا خیال تھا۔۔ بھلا زہرہ جمال جیسی عورت جس مرد کی زندگی میں ہو وہ کسی اور کی طرف مڑ کر بھی کیوں دیکھے گا۔۔۔" لیکن وہ۔غلط تھا۔

یاور میں نے حازم سے پہلے ہی بات کر لی ہے۔اسے کوئی ی اعتراض نہیں ہے۔

یاور کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا تھا۔۔۔جو وہ سن رہا ہے وہ سچ ہے۔

اس نے افسوس سے اپنی بہن پر ایک نظر ڈالی جو خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار رہی تھی۔اور خاموشی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

پھر ادینہ نے واپس جانے سے منع کر دیا۔وہ بھی زبردستی کا قائل نہیں تھا۔۔۔

دونوں بہن بھائی میں ناراضگی چل رہی تھی۔یاور اس کو سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا، جبکہ ادینہ کوئی بھی بات سننے کو تیار ہی نہیں تھی۔

یاور نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔

الیکشن کی تیاریاں اپنے عروج پر تھیں۔

الیکشن سے دو دن پہلے دونوں پارٹیوں کے حامیوں کے درمیان ایک معرکہ ہوا تھا۔دونوں اطراف سے فائرنگ کا تبادلہ بھی ہوا تھا۔

موقع پر موجود یاور نے اپنے بندوں کو فائرنگ سے روک دیا۔اور خود سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔۔

اسے دیکھ کر دوسری طرف سے بھی فائرنگ روک دی گئی۔

اس نے دوسری پارٹی کے اراکین کو بیٹھ کر بات چیت کرنے کی دعوت دی۔

اور طویل مشوارت کے بعد یہ طہ پایا کہ الیکشن والے دن کسی بھی پولنگ اسٹیشن پر کسی بھی قسم کا اسلحہ نہیں لایا جائے گا۔۔۔جیت اور ہار جس بھی فریق کی ہو دوسرا خندہ پیشانی سے اپنی ہار تسلیم کرے گا۔اس کے اس عمل سے علاقے میں اس کی عزت میں مزید اضافہ ہوا تھا۔۔۔

الیکشن کا دن آ پہنچا تھا۔حازم صبح صبح ہی نکل گیا تھا۔ماں اور دادی سے دعائی ی لیتا ہوا۔۔۔

وہ سارا دن مختلیف پولنگ سٹیشنز پر پہنچا تھا۔اپنے حمایوں کا حوصلہ بڑھانے کے ل ئی ے مختصر اور جامع سی گفتگو کر کے اپنی اگلی منزل کی جانب بڑھ جاتا تھا۔۔۔بہت سی جگھوں سے دھندلی کی شکایات بھی

موصول ہوئی یں تھیں۔۔ پاکستان میں الیکشن ہوں اور اس طرح کی خبریں سننے کو نہ ملیں، ایسا تو ہو نہیں سکتا تھا۔

آخر کار ایک بہت ہی مصروف اور تھکا دینے والا دن اپنے اختتام کو پہنچا تھا۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

سب لوگ سر شام ہی ٹی وی سکرینز کے آگے بیٹھ گ ئ ے تھے۔

حویلی میں اس وقت سب لوگ بڑے سے ہال میں موجود تھے۔ابتدائ ی معلومات کے مطابق یاور ہمایوں اور حازم خان ہار رہے تھے۔۔۔ہر ایک پولنگ اسٹیشن کے رزلٹ کے بعد سب کی دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھی۔حازم کی کوئ ی خبر نہیں تھی کہ وہ کہاں ہے۔۔۔ جبکہ رمیز صاحب ہر تھوڑی دیر کے بعد فون کان سے لگائے باہر کی طرف جاتے دکھائ ی

دے رہے تھے۔۔۔۔جوں جوں نتائی ج کا اعلان ہو رہا تھا، رمیز صاحب کی پریشانی میں اضافہ ہو رہا تھا۔۔زہرہ بھی دل تھام کر بیٹھی تھی۔لبوں پر حازم خان کے ل ئی ے دعائی یں بھی جاری تھیں۔۔۔کافی دیر بیٹھنے کے بعد جب اسے لگا کہ اب ااس کا جیتنا مشکل ہے تو وہ کمرے میں آ گ ئی ی۔۔۔ صبح بہت سویرے اٹھنے کی وجہ سے وہ جلدی ہی نیند کی وادیوں میں گم ہو گ ئی ی۔۔

رات بارہ بجے کے بعد جب یاور کے اپنے حلقے کے نتائی ج سامنے آنے شروع ہوئے تو یکدم ہی پوزیشن بدل گ ئی ی۔یقینی شکست کی طرف جا رہے نتائی ج یک دم ہی جیت کی طرف بڑھنے لگے۔اور پھر صبح چار بجے کے قریب غیر حتمی اور غیر سرکاری نتائی ج کا اعلان ہوا جس میں پندرہ ہزار ووٹوں کی برتری سے حازم خان اور یاور ہمایوں جیت گ ئی ے تھے۔۔۔۔۔پورے علاقے میں جشن کا سماں تھا۔۔

زہرہ صبح اٹھی تو ہر طرف چہل پہل تھی۔۔ حویلی میں ہر آنے والے کا منہ میٹھا کروایا جارہا تھا۔ گاؤں کے لوگ جوق در جوق حویلی میں آرہے تھے اور آغا جان کو مبارکباد دے رہے تھے۔۔۔

دس بجے کے قریب حازم حویلی میں داخل ہوا اور ماں کے گلے لگ گیا۔۔۔اس کی پیشانی چوم کر ماں نے مبارک باد دی۔ وہ آغا جان کی پوچھ کر ان کے کمرے کی طرف.بڑھا جب رومینہ بیگم نے حازم کا ہاتھ پکڑ لیا۔

حازم نے سوالیہ نظروں سے ماں کی طرف دیکھا؟

حازم اپنا وعدہ یاد رکھنا۔

ان کی بات پر اس کی رنگت پھیکی پڑ گئی۔ وہ بہت خوشی سے گھر آیا تھا لیکن اب اس کے قدم۔ سست پڑ گئے تھے۔

وہ آغا جان کے کمرے میں داخل ہوا تو وہ اسے دیکھ کر اپنی جگہ پر کھڑے ہو گ ئی ے۔۔اور جوش سے حازم کی طرف.بڑھے۔

اسے بھینچ کر سینے سے لگایا اور کندھوں سے تھام کر سامنے کیا۔۔۔

حازم میرا بیٹا آج بولو آج تمہیں کیا چائی یے ؟

حازم نے ہونٹ بھینچ کر آغا جان کو دیکھا۔

آغا جان آج میں آپ سے جو بھی مانگوں دیں گے ؟

کوئی ی شک ؟

نہیں اس نے نفی میں سر ہلایا۔

تو پھر بولو کیا چائی یے ہے ؟

میں نے آپ سے کیا وعدہ پورا کیا ہے،اب میں اپنی خواہش پوری کرنا چاہتا ہوں۔مجھے دوسری شادی کی اجازات چائی یے ہے۔اس نے ماں کا زکر نہیں کیا تھا۔

آغا جان کے ہاتھ اسے کے کندھوں سے نیچے گر گئی ے تھے۔اور اس کے پیچھے دیکھنے لگے۔

حازم خان نے انکی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو گنگ رہ گیا۔

سامنے ہی آنکھوں میں آنسو لئی ے زہرہ جمال کھڑی تھی۔

حازم اس پر ایک نظر ڈال کر اس کی سائی یڈ سے نکل کر چلا گیا۔

زہرہ ہوش میں آتی اس کے پیچھے بھاگی۔

وہ ماں کے کمرے میں چلا آیا۔اس کا خیال تھا کہ زہرہ جمال وہاں نہیں آ ئے گی۔لیکن آج وہ ہوش میں کہاں تھی؟

وہ کمرے میں داخل ہوئی ی تو سامنے ہی رومینہ بیگم ٹانگ پہ ٹانگ جمائے بیٹھیں تھیں۔۔

وہ انہیں اگنور کرتی ہوئی ی حازم کی طرف بڑھی جو ونڈو کے پاس باہر کی طرف منہ کیے کھڑا تھا۔۔

حازم خان کہاں بھاگ رہے ہیں مجھ سے، مجھے بات کرنی ہے آپ سے۔

بولو۔۔۔میں سن رہا ہوں؟ سرد وسپاٹ آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی ی تھی۔

میرا قصور کیا ہے؟ کیا خامی ہے مجھ میں؟ کیا بتائیں گے دنیا کو کہ کیا توجیع پیش کریں گے دوسری شادی کرنے کی؟

وہ اس کی طرف مڑا تھا۔ چبھتی نظریں اس کے چہرے پر جما کر بولا تھا، یہی کہوں گا کہ تم بانجھ ہو۔

حازم کی بات پر اس نے درزیدہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"" ٹھیک ہے۔۔۔۔ پھر مجھے آپ سے طلاق چائی یے ہے؟

حازم خان نے آگے بڑھ کر اسے گردن سے پکڑ لیا تھا۔

کیا کہہ رہی ہو؟ ایک بار اور کہاں تو یہی تمہیں گاڑ دوں گا۔ بچپن کی منکوحہ ہو میری۔

آچھا تبھی دوسری شادی کر رہے ہیں؟

حازم خان۔۔ جیسے آپ دوسری شادی کے ل ئی ے آغا جان سے اجازات لینے گ ئی ے ہیں۔ایسے ہی میں بھی آغا جان کے پاس جاؤں گی اور آپ تب تک دوسری شادی نہیں کر سکتے جب تک مجھے طلاق نہیں دیں گے ۔اور یہ سب جب آپ نے مجھ سے نکاح کیا تھا تبھی نکاح نامے میں یہ بات بھی لکھی گ ئی ی تھی۔

اور یہ بات مجھے آغا جان نے ہی بتائ ی ہے۔اب فیصلہ آپ کو کرنا ہے۔

میں آپ کے جواب کی منتظر رہوں گی۔

اور اس کی بات پر حازم سے زیادہ رومینہ بیگم شاک میں تھیں۔

زہرہ جمال دونوں پر ایک مسکراتی نظر ڈال کر وہاں سے چلی آئ ی۔

حازم اس وقت آغا جان کے سامنے بیٹھا تھا۔۔۔۔

آغا جان۔۔۔۔۔۔ سرد وسپاٹ انداز لئے ہوئے تھے۔ حازم ۔۔۔۔ ٹھیک ہے تمہیں شادی کرنی ہے؟ کرلو۔۔۔۔۔ لیکن پہلے تمہیں زہرہ کو طلاق دینی ہو گی۔انھوں نے یہ بات کن دقتوں سے کہی تھی یہ وہی جانتے تھے۔۔۔

وہ اگر ان کا اکلوتا پوتا تھا تو وہ بھی ان کی اکلوتی پوتی تھی۔ان کے محروم بیٹے کی نشانی۔

ان کی بات پر حازم نے درزیدہ نظروں سے انہیں دیکھا۔۔آغا جان نے نظریں چرالیں۔

تم اب جاسکتے ہو۔مجھے اپنے فیصلے سے آگاہ کر دینا۔تاکہ میں اس کے لئے کوئی اچھا سا لڑکا ڈھونڈ کر اسکی شادی کر دوں۔جو اسے عزت و محبت اور تحفظ دے سکے۔۔۔۔

اگر میں انکار کر دوں تو؟

تو ہم عدالت میں جائیں گے۔

آغا جان۔۔۔آپ اچھا نہیں کر رہے؟

تم تو اس کے ساتھ اچھا کر رہے ہو نہ؟

حازم غصے سے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

آغا جان۔۔۔اسے کہیں یہ بات تو وہ بھول جائے کہ میں کسی بھی حالت میں اسے چھوڑوں گا۔۔

آغا جان۔۔۔یہی تو چاہتے تھے۔وہ تو آخری لمحے تک ان دونوں کو ساتھ دیکھنا چاہتے تھے۔۔۔

یاور ہمایوں نے ادینہ کو سمجھانے کی بہت کوشش کی، لیکن وہ کچھ بھی سننے کو تیار نہیں تھیں۔

بھائی ی آپ اگر میرے اور حازم کے درمیان آئے تو آپ میرے سب سے بڑے دشمن ہوں گے۔

ادینہ تم محبت کے حصول میں پاگل ہو رہی ہو۔ تم کیوں نہیں سمجھتی میں اسے بچپن سے جانتا ہوں۔ وہ تمہارا ہو کر بھی کبھی تمہارا نہیں ہو سکے گا۔ زہرہ جمال اس کی رگ رگ میں بستی ہے۔

"اپنی بات پر اسے ادینہ کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ نمودار ہوتی نظر آئی ی۔"

اچھا۔۔۔۔۔ایسا ہے تو زہرہ جمال آپ کے خون میں زندگی بن کر دوڑتی ہے۔۔ لیکن آپ بھی تو اس کے بغیر رہ رہے ہیں۔

ادینہ۔۔۔۔۔وہ اتنی زور سے بولا تھا کہ وہ سہم سی گ ئی ی۔

"دوبارہ یہ بات اپنی زبان پر کبھی نہ لانا۔یہ میری پہلی اور آخری وارننگ ہے۔"

یاور نے مزید اس سے کوئی ی بحث نہیں کی اور غصے سے اپنے کمرے میں چلا آیا۔ کوٹ اتار کر زور سے بیڈ پر پٹخا اور سیگریٹ سلگا کر بیٹھ گیا۔سیگریٹ کے لمبے لمبے کش لیتے ہوئے کچھ بھولے بسرے لمحے اس کی یاداشت کے دریچے میں لہرائے۔

وہ اس وقت ایگزمینیشن ہال میں بیٹھی تھی۔ وہ پورا ایک گھنٹہ لیٹ تھی۔ اسے بہت سی باتیں سنانے کے بعد ایگزمینر نے بیٹھنے کی اجازات تو دے دی۔ لیکن اسے اضافی وقت نہ دینے کی بابت بتایا۔۔۔

وہ تیزی سے پیپر حل کرنے لگی لیکن جوں جوں وقت بیت رہا تھا۔ اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔۔ وہ ہر پانچ منٹ کے بعد اپنے آس پاس نظر دوڑاتی اور جوں کوئی ی اسے پیپر جمع کرواتا نظر آتا وہ اور تیزی سے لکھنا شروع کرتی۔

آخر کار اس نے ادھر ادھر دیکھ کر مزید وقت ضائع کرنے کی جگہ اپنی ساری توجہ پیپر پر دی۔۔

اور جب وہ پورا پیپر حل کر کے اٹھی تو پورا ہال خالی تھا۔۔ سامنے صرف ایگزمینر بیٹھا تھا جو پیپرز ترتیب دے رہا تھا۔ اس نے پیپر جمع کروا کر جوں ہی رخ موڑا اسے اپنی سیٹ کے عین پیچھے یاور ہمایوں ایک ٹانگیں لمبی کر

کے دوسری چ ئی یر پر رکھے دونوں ہاتھ سر کے پیچھے لے جا کر سہارا دئی ے رکھے ہوئے تھے۔اور وہ ٹکٹکی باندھے اسے دیکھ رہا تھا۔

زہرہ جمال۔ایک تیز نظراس پر ڈال کر باہر نکل گ ئی ی تھی۔۔۔

یاور نے جلدی سے اپنی جگہ چھوڑی تھی اوراس کے پیچھے بھاگا تھا۔۔۔

ہیلو میڈم۔۔۔۔۔۔ شکریہ بھی کسی چیز کا نام ہوتا ہے۔

کس بات کے ل ئی ے شکریہ ؟اس نے ایک آ برو اٹھا کر پوچھا۔

ارے اگر میں نہ ہوتا تو وہ ایگز میئنر نے تم سے کب کا پیپر لے چکا ہوتا۔

تم۔۔تم نہیں۔۔۔آپ کہہ کے مخاطب کیا کرو۔

جی میڈم۔۔۔۔! جیسے آپ کا حکم۔

ویسے کیا شادی کے بعد بھی میں آپ کو تم نہیں کہہ سکوں گا۔

کس کی شادی کے بعد؟

آپ کی اور میری شادی کے بعد۔۔۔

دیکھئے مسٹر یاور ہمایوں صاحب آپ کوئی اپنی کلاس کی خوبصورت لڑکی دیکھ کر اس سے افئیر چلالیں۔اور پلیز میری جان چھوڑ دیں۔اس نے باقاعدہ اس کے آگے ہاتھ جوڑ دئیے۔

زہرہ جمال۔۔۔۔یہ اپنے مشورے اپنے پاس رکھو۔۔۔۔ویسے بھی ایک بات یاد رکھنا تم اگر میری نہ ہو سکی تو کسی اور کا بھی نہیں ہونے دوں گا۔۔ اس دل میں صرف ایک ہی نام لکھا جا چکا ہے اور وہ تمہارا ہے۔اس نے دل کے مقام پر انگلی رکھتے ہوئے کہا تھا۔۔۔

ان لمحات کو سوچتے ہوئے یاور کی آنکھ سے ایک آنسو نکل کر اس کی داڑھی میں جذب ہو گیا تھا۔۔۔

کبھی تم سے کہا تھا کہ تمہیں کسی کا نہیں ہونے دوں گا اور آج تمہارا گھر بسانے کے لئے اپنوں سے لڑ رہا ہوں۔ میں تمہیں ٹوٹتے بکھرتے نہیں دیکھ سکتا۔۔۔۔۔ میں تمہیں آباد دیکھنا چاہتا ہوں۔۔ خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔۔

میں تمہیں مزید امتحان میں نہیں ڈالنا چاہتا۔

وہ اس وقت دادی جان کے کمرے میں تھی جب وہ آندھی طوفان کی طرح اندر داخل ہوا تھا۔۔۔ اسے بازو سے پکڑ کر کھینچتا ہوا باہر لایا۔۔۔ وہ اسے

لے کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔جب اس کے کانوں میں ماں کی آواز گونجی وہ اس کا بازو چھوڑ کر پلٹا تھا۔

حازم۔۔۔میں نے تمیں خوشخبری سنانی تھی۔ابا جان اور یاور نے رشتے کے ل ئ ے ہاں کر دی ہے۔

ان کی بات پر اس نے اثبات میں سر ہلایا اور زہرہ کی کلائ ی تھام کر اوپر کی طرف بڑھ گیا۔

رومینہ بیگم تلملا کر رہ گ ئ ی۔انہیں حازم کا اسے ایسے لے کے جانا بہت کھلا تھا۔۔۔

کمرے میں آکر اس نے زہرہ کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

زہرہ جمال۔۔۔جب تک میرے نکاح میں ہو اس گھر میں اس کمرے کے علاوہ کہیں نہیں جا سکتی تم، یہ بات ذہن نشین کر لو۔

اچھا۔۔۔اور جب آپکی دوسری بیوی آجائے گی تب۔

تب بھی اس کمرے پر صرف تمہارا حق ہو گا۔اگر تب تک تم میرے ساتھ رہی تو؟

ویسے تم تو بہت بزدل ہو میں نے تو سوچا تھا میں جس قدر تم سے نفرت کرتا ہوں تم بھی مجھ سے کرتی ہو۔لیکن نہیں تم تو لگتا ہے بہت سی امیدیں لگا بیٹھی تھی مجھ سے تبھی تو میری شادی رکوانا چاہتی تھی۔

ویل اگر تم چاہتی ہو تو میں تمہیں آزاد کر دوں گا۔ ویسے تمہیں شادی میں شرکت کرنی چاہئی یے۔۔

ایک بات اور اگر تم کہہ دو کہ تمہیں مجھ سے محبت ہے تو میں دوسری شادی نہ کرنے کے بارے میں سوچ سکتا ہوں۔

اس کے گلے آنسو کا گولا سا بن گیا تھا۔ وہ بہت کوشش کے بعد بھی بول نہیں پا رہی تھی۔ خاموشی سے بیڈ کے کونے پر لیٹ کر کمبل تان لیا تھا۔۔

اگلی صبح حازم تیار ہو کر نیچے آیا تو آغا جان اور رمیز صاحب کو کہیں جانے کے لئے تیار پایا۔۔۔

آج کہاں کا پروگرام ہے؟ حازم نے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

تمہارا رشتہ لینے جا رہے ہیں۔۔ تمہارے نانا سے، ہمیں زہرہ نے ہی تیار کیا ہے۔۔۔۔

حازم خان نے پلٹ کر زہرہ کو دیکھا۔

جو مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔۔

حازم کی آنکھوں میں شعلوں سی لپک تھی۔۔۔

جبکہ زہرہ جمال اب مطمئن تھی۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اس وقت رمیز صاحب، آغا جان اور رمینہ بیگم بڑی حویلی میں موجود تھے۔۔

ڈرائی نگ روم میں اس وقت مکمل خاموشی چھائی ی ہوئی ی تھی۔ آغا جان کا مطالبہ سن کر سب لوگ خاموش ہو گ ئی ے۔

جبکہ ان کی نظریں یاور ہمایوں پر ٹکی تھیں، جو گہری سوچ میں گم تھا۔۔۔

یاور بیٹا۔۔۔جواب دو آپ کو یہ رشتہ منظور ہے یا نہیں؟

اس نے ایک نظر اٹھا کر آغا جان کی طرف دیکھا اور کھنکار کر گلہ صاف کیا۔

جی آغا جان۔۔۔۔۔ میری طرف سے اس رشتے کے ل ئی ے ایک شرط ہے۔ وہ بہت ناپ تول کر بول رہا تھا۔

اگر آپ لوگوں کو میری شرط منظور ہے تو اگلے مہینے کی کسی بھی تاریخ کو آپ بارات لے کر آ سکتے ہیں۔

کیسی شرط؟

آغا جان۔۔۔اگر حازم کو" اس نے غور سے ان کے چہرے کو دیکھا۔
ادینہ سے شادی کرنی ہے تو اسے زہرہ کو طلاق دینی ہو گی۔

رمیز صاحب اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے، جبکہ آغا جان اپنی جگہ پر پہلو بدل کر رہ گئے۔

ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔جواب رمیز صاحب کی طرف سے آیا تھا۔

تو پھر ٹھیک ہے۔آپ یہ سوال لے کر دوبارہ یہاں نہیں آئیں گے۔یاور نے اپنی طرف سے بات ختم کر دی۔

رمیز صاحب دروازے کی طرف مڑ گ ئی ے۔جب ان کے کانوں میں آ غا
”ٹھیک ہے ہمیں منظور رہے۔ “جان کی آواز گونجی

اس بار ان کی بات پر یاور ہمایوں اپنی جگہ پر پہلو بدل کر رہ گیا۔اس کے
چہرے پر ایک سایہ سا آ کر لہرا گیا۔

رمیز صاحب غصے سے وہاں سے چلے گ ئی ے۔

رومینہ بیگم ۔۔ادینہ کو خوشخبری سنانے چلی گ ئی یں۔
جبکہ سیما بیگم ۔۔آ غا جان کے گلے لگ کر پھوٹ کر رو دیں۔

آ غا جان۔۔۔۔۔۔یہ سب بہت غلط ہو رہا ہے۔ یاور نے احتجاج کیا۔

یہی صیح ہے یاور۔۔۔

تم نے بہت اچھا کیا یہ شرط رکھ کر، اگر حازم کو اس سے محبت ہوئی تو وہ اسے نہیں چھوڑے گا۔۔

آغا جان میں اسے بہت اچھی طرح سے جانتا ہوں وہ انتقام کی آگ میں سب کچھ جلا دے گا۔سب کچھ راکھ ہو جائے گا۔ایک بے گناہ اس سب میں برباد ہو جائے گی۔

نہیں۔۔۔۔برباد ہو گی وہ، میں کوئی اچھا سا لڑکا دیکھ کر اس کی شادی کر دوں گا۔

آغا جان کی بات پر یاور ہمایوں نے اجنبھا سے انہیں دیکھا۔

جبکہ آغا جان بیٹی کی طرف مڑ گئے تھے۔

یاور ان پر ایک نظر ڈالتا ہوا وہاں سے نکل گیا۔۔۔

اس کے نکلنے کے بعد آغا جان نے سیما بیگم کی طرف دیکھا۔۔۔

بیٹا اپنی بات پر قائم رہنا

آغا جان۔۔۔ میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں۔ ویسے مجھے امید ہے حازم سمجھ جائے گا۔ وہ زہرہ کو نہیں چھوڑے گا۔

میں بھی اسی امید پر ہوں۔۔۔

____

حازم خان کو جب شرط بتائی ی گ ئی ی تو وہ ہتھے سے ہی اکھڑ گیا۔

ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ میں اسے کسی بھی صورت طلاق نہیں دوں گا۔

رومینہ بیگم اسے کلائی ی سے پکڑ کر کمرے میں لے آئی یں۔۔

حازم تم اس کل کی آئی ی لڑکی کے ل ئی ے اپنی ماں کے فیصلے سے رو گردانی کر رہے ہو۔ ادینہ میں کس چیز کی کمی ہے ؟ کیا وہ خوبصورتی میں زہرہ سے کم ہے ؟ اس کا سٹیٹس بھی تو دیکھو۔ حازم میں تمہیں معاف نہیں کروں گی اگر تم نے مجھے اس مقام پر آ کر رسوا کیا تو جان لینا میں اپنی جان دے دوں گی ۔ اور وصیت کروں گی تم میرے جنازے کو کندھا بھی نہیں دو گے۔۔

ایک طرف ماں تھی تو دوسری" وہ منہ کھولے ماں کا فرمان سن رہا تھا۔

طرف محبت، اس کے دماغ سے انتقام کی آگ تو نکل چکی تھی لیکن دل میں

لیکن اس بار ماں کے آگے وہ اس قدر "محبت کی آگ ابھی جل رہی ہے۔

مجبور ہو جائے گا ایسا تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا۔۔۔

\-

وہ کمرے میں داخل ہوا تو وہ وارڈروب میں سے اپنے کپڑے نکال کر پیکنگ کر رہی تھی۔

یہ کیا کر رہی ہو تم؟؟

آغا جان۔۔۔۔نے کہا ہے کہ میں پیکنگ کر لوں۔

کیوں؟

یہ توآپ ان سے ہی پوچھیں۔

مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے؟

بولیں میں سن رہی ہوں۔وہ مصروف انداز میں بولی۔

زہرہ اگرمیں اور تم حویلی سے کہیں اور چلیں، چلیں تو؟؟

مطلب کہاں؟

امریکہ، کینیڈا یا کہیں بھی اور؟؟

زہرہ نے پلٹ کر اسے دیکھا اور ہاتھ میں موجود کپڑوں کو ایک سائیڈ پر رکھتے ہوئے، حازم کے قریب چلی آئی ی۔

حازم یہ جو محبت کا بھوت ہوتا ہے نہ یہ شادی کے چند سالوں کے بعد سر سے اتر جاتا ہے۔اور پھر سے اپنوں کی یاد ستانے لگتی ہے۔۔۔ ہم جتنا بھی

بھاگ لیں اپنی جڑوں سے الگ نہی ہو سکتے۔ ہمیں کبھی نہ کبھی اپنے اصل کی طرف لوٹنا ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

حازم خان۔۔۔آپ جو فیصلہ کرنا چاہتے ہیں کر لیں۔ میں آپ کو موردالزام نہیں ٹھہراؤں گی۔آپ دوسری شادی کرنا چاہتے ہیں کر لیں۔ زہرہ جمال نے ایک لمبی سانس بھری اور اٹھ کر اپنے کام میں مصروف ہوگئی۔۔۔

حازم نے اسے بازو سے پکڑ کر جھٹکا دیا تو وہ اس کے سینے سے آلگی۔۔۔حازم نے اسے اپنی بانہوں کے حصار میں زور سے بھینچ لیا۔زہرہ عجیب سی کیفیت میں گری اس کی بانہوں میں بغیر کسی مزاحمت کیے پڑی رہی۔۔۔

حازم نے اسے خود سے الگ کرتے ہوئے اس کی پیشانی پر اپنے لب رکھے اور نرمی سے اسے چھوڑتے ہوئے کمرے سے نکل گیا۔

----------------------ق۔ق

گاڑی ہچکولے کھاتی آگے بڑھ رہی تھی۔زہرہ جمال بت بنی بیٹھی تھی۔آنسو اس کی آنکھوں سے رواں تھے۔اس نے بے یقینی سے ایک بار پھر اپنی گود میں رکھے کاغذ پر ایک نظر دوڑائی ی۔۔۔۔

کیا یہ واقعی میں سچ تھا۔کیا یہ رشتہ اتنا ہی کچا تھا کہ ایک کاغذ کے ٹکڑے سے ختم ہو گیا۔

اس کی خوشبو تو ابھی بھی زہرہ کے پاس تھی۔وہ آج صبح کتنا خوش تھی۔ اس نے کہیں بار اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر اس کا لمس محسوس کیا تھا۔

لیکن جب وہ خوشی نیچے آئی تو بڑے سے ہال میں سب لوگ نظریں جھکائے بیٹھے تھے۔اس کا نیچے آنا کسی نے نوٹس نہیں کیا یا پھر وہ اس سے نظریں چرا رہے تھے۔۔

اس نے حازم خان کی طرف دیکھا جو اس پر اپنی سرخ آنکھیں ٹکائے لب س ئی یے بیٹھا تھا۔۔

اس کے دیکھنے پر وہ اٹھ کر دھیمی چال چلتا ہوا اس کے قریب آیا۔

زہرہ اس پر سائی ن کر دو میں نے اس پر سائی ن کر دئی ے ہیں۔

زہرہ نے ہاتھ آگے بڑھا کر کاغذ لیا اور سوالیہ انداز میں دیکھا۔حازم نے انگلی سے ایک جگہ پر اشارہ کیا۔زہرہ نے سائی ن کر کے کاغذ اس کی طرف بڑھا دیا۔

اس کے اتنی آسانی سے سائن کرنے پر سب لوگ حیرت سے اسے دیکھنے لگے۔

پوچھو گی نہیں یہ کس پر سائن لیے ہیں تمہارے؟؟

کچن کی طرف جاتی زہرہ نے مڑ کر حازم کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا؟

یہ تم خود ہی پڑھ لو۔

زہرہ نے اس کے ہاتھ سے کاغذ لے کر جب اس پر نظر دوڑائی تو سانس اس کے سینے میں اٹکنے لگا۔ آنسو ٹپ ٹپ اس کی آنکھوں سے گرنے لگے۔

حازم خان مزید وہاں نہیں رکا تھا۔ لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے چلا گیا۔

زہرہ جمال اب رمیز صاحب کے ساتھ شہر جارہی تھی۔۔۔ان کے شہر والے گھر میں۔۔۔

اس نے رو رو کر اپنی آنکھیں سجالیں تھی۔اسے تو اس شخص سے پہلی نظر میں محبت ہو گ ئی تھی۔

اسے اگر پتہ ہوتا کہ وہ اس سے اپنا رشتہ توڑ رہا ہے تو وہ اس ب سے پہلے ہی اپنی جان لے لیتی۔

تایا جان۔۔۔جب میں راضی تھی اس کی دوسری شادی کروانے کے ل ئے تو پھر اس نے مجھے طلاق کیوں دی۔وہ بے چارگی سے بول رہی تھی۔

کیونکہ یاور نے شرط رکھی تھی کہ وہ اس شرط پہ اپنی بہن کا رشتہ اس سے کرے گا۔جب وہ تمہیں طلاق دے گا۔۔۔

زہرہ جمال۔۔۔۔کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔۔۔اس کا دل کر رہا تھا کہ اگراس وقت یاور ہمایوں اس کے سامنے ہو تو وہ اس کا خون پی جائے۔۔۔۔

اب ایک اور انتقام محبت کا آغاز ہو رہا تھا۔اب دیکھیں اس کا کیا انجام ہو گا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

زہرہ جمال نے اپنے آنسو پونچھ ڈالے تھے۔کیونکہ اس کی زندگی کا اب ایک ہی مقصد تھا اور وہ تھا یاور ہمایوں سے اپنی بربادی کا انتقام لینا تھا۔۔۔۔

رمیز صاحب اسے اپنے فارم ہاؤس لے آئے تھے۔۔۔انہوں نے اس سے پوچھا تھا کہ اگر وہ اپنی ماں سے ملنے چلے تو وہ اسے لے چلیں گے۔ لیکن اس نے انکار کر دیا۔ جس ماں نے اتنے عرصے میں کبھی ایک بار کال کر کے بھی اس کی خیریت دریافت نہیں کی۔ وہ کیونکر وہاں جا کر انہیں اپنا برباد انہیں کی خبر دیتی۔۔۔

رمیز صاحب نے اس کا یونی میں ایڈمیشن کروا دیا تھا۔۔۔

زہرہ نے سب کچھ بھول کر زندگی میں آگے بڑھنے کا فیصلہ کیا۔۔۔اس نے اپنے دماغ میں بس ایک ہی نام یاد رکھا تھا اور وہ تھا یاور ہمایوں کا نام۔

وہ روز رات سونے سے پہلے خود کو یہ باور کرواتی تھی کہ وہ یاور ہمایوں سے بدلہ لے گی۔۔

حازم خان اور ادینہ کی شادی دھوم دھام سے کی گ ئی ی۔۔۔ حازم خان ماں کی محبت میں ہار گیا تھا۔۔ یہ شادی اس کی ماں کی خوشی تھی۔ جسے وہ پوری ایمانداری سے نبھار رہا تھا۔ادینہ ایک اچھی بیوی ثابت ہوئی ی تھی۔ وہ اس کا بہت خیال رکھتی تھی۔ حازم خان نے اسے اپنی زندگی میں ایک خاص مقام دیا تھا۔ لیکن دل کا ایک خانہ ہمیشہ کے ل ئے بند کر دیا تھا۔ جہاں کبھی کبھی درد اٹھتا تھا تو وہ ساری دنیا سے روٹھ جاتا تھا۔ کہیں کہیں دن وہ گھر نہیں لوٹتا تھا۔ لیکن ادینہ کو اس سے کوئی ی شکایت نہیں تھی۔ وہ اسے وقت دے رہی تھی۔ حازم اسے اپنے ساتھ شہر لے آیا تھا۔اس کی طبعیت کچھ ٹھیک نہیں تھی۔ وہماں بننے جا رہی تھی۔ اور اس وقت اسے بہت ک ئیر کی ضرورت تھی۔ حازم کا زیادہ وقت شہر میں ہی

گزرتا تھا۔اس لئے وہ اسے ساتھ ہی لے آیا تھا۔۔۔رومینہ بیگم بہت خوش تھی اور وہ بھی آتی جاتی رہتی تھیں۔۔

حازم خان نے خود کو کام میں غرق کر لیا ہے۔ گزرے ایک سال میں وہ وہ چند بار ہی حویلی گیا ہے۔

باپ کا ریہ بس لیا دیا انداز لئے ہوئے تھا تو آغا جان بات تو کرتے تھے۔ لیکن وہ پہلے والی بات نہیں تھی۔۔

حازم کا دل دکھتا تھا وہاں جا کر اس لئے اس نے وہاں جانا ہی چھوڑ دیا۔۔اپنے پیاروں کی نظروں میں بیگانگی دیکھ کر دل میں درد اٹھتا ہے۔ بس ایک ماں ہی تھی جن کے لئے جاتا تھا لیکن وہ خود ہی شہر آ کر مل جاتیں تھیں۔۔۔۔

اس نے پلٹ کر آج تک زہرہ جمال کا نام اپنی زبان پر نہیں لایا۔۔۔۔۔

خود پہ ضبط کے بندھن بٹھادئی ے تھے۔ لیکن جب سے اسے پتہ چلا تھا کہ وہ باپ بننے والا ہے۔وہ ادینہ کا خیال رکھنے لگا تھا۔۔

اس کا دل بس ایک ہی دعا کرتا تھا کہ خدا اسے بیٹی کا باپ نہ بنادے۔یہ نہیں تھا کہ وہ کوئی ی جاگیر دارانہ سوچ کا مالک تھا۔اس کی کوئی ی بہن نہیں تھی۔اس ل ئی ے اس کی ہمیشہ سے خواہش تھی کہ اس کی پہلی بیٹی ہو لیکن جو کچھ وہ زہرہ کے ساتھ کر چکا تھا۔اب اس کا دل سوچ کر کانپ جاتا تھا کہ اگر کبھی مکافات عمل شروع ہو گیا تو وہ کیا کرے گا۔۔۔

\-------------------

زہرہ جمال کی زندگی میں ایک ٹھہراؤ آ گیا تھا۔

رمیز صاحب اور آغا جان اس کا پتہ کرتے رہتے تھے۔اسے زندگی کی ہر سہولت میسر تھی، لیکن زندگی میں سکون نہیں تھا۔جو لوگ انتقام کی آگ میں جلتے ہیں وہ زندگی میں کبھی بھی سکون نہیں پا سکتے۔وہ حازم خان کی طرح بے سکون ہی رہتے ہیں۔اب زہرہ جمال بھی اسی راہ پر چل دی تھی۔لیکن کیا زہرہ جمال بھی حازم کی طرح سب کچھ لوٹا دے گی۔۔

اس کی آج اسلام آباد سیکٹریٹ میں ایک اہم میٹنگ تھی۔گاڑی اپنی پوری رفتار سے اسلام آباد کی سڑکوں پر دوڑ رہی تھی۔یاور ہمایوں سیاست کی دنیا کا ایک جگمگاتا ستارہ تھا۔فارن مسٹری جیسے اہم عہدے پر تعینات ہوئے اسے پورا ایک سال بیت چکا تھا۔۔اس نے اپنی قابلیت سے ثابت کیا تھا کہ وہ ایک بہترین انتخاب تھا۔اس نے اپنے علاقے کے لئے بھی بہت کام کیا تھا۔وہ میٹنگ کے بعد لاہور جا رہا تھا۔۔اسے گھر سے

کال کر کے سیما بیگم نے بتایا تھا کہ ادینہ نے ایک بیٹی کو جنم دیا ہے۔وہ بھانجی کا سن کر بہت خوش تھا۔اس ل ئے اس نے میٹنگ کے فورا بعد لاہور جانے کا پروگرام طہ کیا تھا۔۔۔

دو گھنٹے کی میٹنگ وہ آدھے گھنٹے میں ہی نبٹا کر لاہور کے ل ئے نکل کھڑا ہوا۔ کوئ ی دستیاب فلائ ٹ نہ ہونے کی وجہ سے اس نے بائ ے روڈ ہی لاہور جانے کا فیصلہ کیا۔

ٹول پلازہ کراس کرنے کے بعد اس نے آنکھیں موند کر سر سیٹ کی پشت دے ٹکا دیا۔۔۔وہ ایک بہت ہی کامیاب انسان تصور کیا جاتا تھا۔۔۔اس کی زندگی بہت ہی چارمنگ ہی تھی۔ وہ ایک دنیا کے ل ئے مسٹر چارم تھا۔۔۔وہ جہاں جاتا تھا لڑکیاں آہیں بھرتی تھیں۔ لیکن یاور ہمایوں تو ایک پری کی قید میں تھا۔اور وہ اس قید سے نکلنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ماں اسے بار

بار شادی کے لئے پریشرائز کر رہی تھی۔ عہ انہیں ہر بار ٹال دیتا تھا۔

لیکن اب سب کچھ جانتے ہوئے بھی انہوں نے آنکھیں بند کر لیں تھیں۔ وہ اب اسے شادی کے لئے مجبور کر رہیں تھیں۔۔۔

چار گھنٹے کے تھکا دینے والے سفر کے بعد وہ لاہور شہر کی حدود میں داخل ہوا تو اسے کچھ مانوس سا احساس ہوا۔

اس نے ایک جگہ رک کر ڈرائیور کو مٹھائی لانے کو کہا۔ جس وقت وہ اسپتال کے کاریڈور میں پہنچا وہ خوشی سے تیز تیز قدم اٹھاتا آگے بڑھ رہا تھا۔ جب ایک روم سے نکل رہی لڑکی سے زوردار طریقے سے ٹکرایا۔ وہ سوری بول کر آگے بڑھ جانا چاہتا تھا لیکن جب اس چہرے پر نظر پڑی تو وہ اپنی جگہ پر ساکن ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں جگنو سے چمک اٹھے تھے۔۔ عرصے سے ترسی آنکھیں دید سے سیراب ہو رہی تھیں۔ جبکہ مقابل کی آنکھوں میں سرد پن تھا۔ اس کی آنکھوں میں غصہ، نفرت،

انتقام کیا کچھ نہیں تھا۔ یاور ہمایوں کو ان آنکھوں سے ایسے بھی پیار تھا۔۔۔اس ہستی کو تو اس کا قتل بھی معاف تھا اور یہ غصہ اور نفرت تو معمولی سی بات تھی۔ وہ اس پر ایک تیز نظر ڈال کر آگے بڑھ گئی۔ وہ اس کے پیچھے جانا چاہتا تھا لیکن اسے سے پہلے ہی اسے اپنی پشت پر رومینہ بیگم کی آواز سنائی دی، وہ تیزی سے ان کی طرف پلٹا جیسے کہیں اس کی چوری تو نہیں پکڑی گئی۔ لیکن وہ زہرہ جمال اس کے چوڑے شانوں کے پیچھے چھپ گئی تھی۔ اسل ئے وہ اسے نہیں دیکھ سکیں۔۔۔

ادینہ کی بیٹی بہت پیاری تھی۔ حازم نے اس کا نام ستارہ رکھا تھا۔۔

یاور کو دیکھ ادینہ بہت خوش ہوئی تھی۔ وہ دونوں بہن بھائی پورے ایک سال کے بعد مل رہے تھے۔۔۔ یاور نے محبت سے اس کے سر کا بوسہ لیا۔۔۔اور بے بی کاٹ میں پڑی بچی کو اپنی بانہوں میں بھر لیا۔ گلابی

گلابی سی گڑیا کے گال کا جب اس نے بوسہ لیا تو اسے محسوس ہوا جیسے نرم روئی ی کو چھو لیا ہو۔۔۔اسے اس پر ٹوٹ کر پیار آیا۔۔

روبینہ بیگم تو خوشی سے پھولے نہیں سما رہیں تھی۔۔یاور بچی کو ل ئی ے ادینہ کے پاس آیا۔

ہماری بھانجی تو بہت پیاری ہے،اپنے ماموں پر گ ئی ی ہے نہ۔

اس کی بات پر ادینہ مسکرائی ی

جی نہیں۔۔یہ اپنی ابھی تک نہ ہونے والی ممانی پر گ ئی ی ہے۔

ادینہ کی بات پر یاور کی مسکراہٹ سمٹی اور تھوڑی دیر پہلے زہرہ سے ہونے والی ٹکر پھر سے یاد آئی ی۔اسے ایک دم ہی سب کچھ بہت ویران سا لگنے

لگا۔وہ بچی کو روبینہ بیگم کی گود میں ڈال کر ادینہ کے سر پر ہاتھ رکھتا ہوا باہر نکل آیا۔۔۔۔

وہ تیزی سے اپنی گاڑی کی طرف بڑھ رہا تھا۔جب اس دائی یں طرف موجود ہاسپٹل کے گارڈن کی طرف دیکھا اور جو منظر اس کی آنکھوں نے دیکھا وہ ایک لمحے کے ل ئی ے پتھر اسا گیا۔۔۔

لیکن جلدی ہی اس نے خود کو سنبھالا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا حازم اور زہرہ تک پہنچا جو ایک دوسرے کو دیکھ کر اپنی اپنی جگہ پر ساکت ہو گ ئی ے تھے۔

زہرہ کو ہوش تب آیا جب اس نے حازم کے سامنے آکر ایک اور وجود کو کھڑا پایا۔

"کیسی ہیں مس زہرہ جمال؟" یاور کے اس ایک جملے میں ایک کاٹ تھی۔
جو زہرہ جمال۔۔۔ کو کسی چابک کی طرح لگی۔
"میں بالکل ٹھیک ہوں۔ مسٹر یاور ہمایوں،اس نے بھی چبا چبا کر الفاظ ادا
کیے۔"

بائے داوے تم دونوں یہاں کیا کر رہے ہو؟
اس کے سوال پر حازم خان اپنا چشمہ ٹھیک کرتا ہوا ایکسکیوز کرتا ہوا ایک
سائیڈ پہ مڑ گیا۔

زہرہ بھی یاور کو اگنور کرتی ہوئی ی ایک سائیڈ پہ مڑی ہی تھی۔ جب یاور
نے اسے پکارا۔

زہرہ ایک کپ کافی پیو گی؟

نو تھینکس۔۔۔۔میں لیٹ ہو رہی ہوں۔۔۔وہ مصروف سے انداز میں بولی۔

ویسے مجھے مبارک نہیں دو گی؟

کس بات کے لئے؟

میں ماموں جو بن گیا ہوں؟

اس کی بات پر زہرہ نے حیرانی سے اسے دیکھا۔

ارے حازم نے تمہیں نہیں بتایا بیٹی کا باپ بن گیا ہے وہ۔

زہرہ نے سر جھکا کر نفی میں سر ہلایا اور آگے بڑھ گئی۔

یاور اسے کھڑا تب تک دیکھتا رہا جب تک وہ آنکھوں سے اوجھل نہیں ہو گئی۔

اس کے بعد وہ کینٹین چلا آیا۔ جہاں حازم خان ایک ٹیبل پر بیٹھا ماضی میں کھویا چائے کی چسکیاں لے رہا تھا۔

یاور اس کی سامنے والی چئیر پر بیٹھا تو اس نے چونک کر اسے دیکھا۔۔۔

یاور تھوڑی دیر اسے آنکھیں چھوٹی کر کے دیکھتا رہا۔

ادینہ کو کب گھر لے کر جا رہے ہو؟

”شام کو۔۔۔“ مختصر جواب آیا تھا۔

یاور نے سر ہلایا اور پاکٹ سے ایک سیگریٹ نکال کر سلگایا اور لمبا سا کش لیتا ہوا تھوڑا سا آگے کو جھکا۔

حازم خان۔۔۔۔جو غلطی ایک بار کر چکے ہو دوبارہ کرنے کے بارے میں سوچنا بھی نہیں۔۔۔

زہرہ جمال کا کوئی ی نہیں تھا لیکن ادینہ ہمایوں کا بھائی ی ہے۔اور میری ڈکشنری میں غلطی کی معافی کبھی نہیں ہوتی۔

اس کی بات پر حازم نے غصے سے دانت پیسے، تم اس وقت ہوش میں نہیں ہو یاور ہمایوں۔۔۔۔۔ لیکن میں ہوش میں ہوں۔۔۔ لیکن تم۔۔۔۔۔ تم تو زہرہ جمال کو یکھ کر ایسے ہی پاگل ہو جاتے ہو نہ اسی ل ئے تو طلاق کی

بھی شرط رکھی تھی نہ تم نے۔۔۔حازم نے ایک زوردار قہقہ لگایا تھا۔کیونکہ اس وقت یاور کا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا تھا۔

بکواس بند کرو حازم ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔میرا زہرہ جمال سے کوئی ی لینا دینا نہیں ہے۔

ہونا بھی نہیں چاۂی یے کیونکہ میں اسے تمہارا ہونے بھی نہیں دوں گا۔وہ میری زندگی سے تو نکل گ ئی ی ہے لیکن میں اسے تمہاری زندگی میں کبھی شامل نہیں ہونے دوں گا۔ایک بات تو میں جانتا ہوں تم اس کے ل ئی ے سب کچھ چھوڑ سکتے ہو،اگر گھر والے نہ مانے تو تب بھی تم اسے حاصل کرنے کے ل ئی ے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دو گے۔

یاور بالکل خاموش بیٹھا تھا۔اس کے پاس اس کے کسی سوال کا کوئی ی جواب نہیں تھا۔وہ جو کچھ بھی کہہ رہا تھا۔وہ بالکل سچ تھا۔وہ زہرہ جمال کے ل ئی ے ایسا ہی جنونی تھا۔اور یہ بات زہرہ بھی اچھی طرح سے جانتی ہے۔جو لوگ یاور اور زہرہ کو یونی سے جانتے ہیں۔وہ سب یہ باتیں بخوبی جانتے ہیں۔

یاور کچھ بھی کہے بنا وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔

____

حازم کی بیٹی کا سن کر زہرہ کے اندر کچھ ٹوٹا تھا۔۔۔جس کی آواز اسے تو سنائی ی دے رہی تھی۔لیکن باہر کوئی ی بھی نہیں سن پا رہا تھا۔۔۔

وہ شخص جو اس سے محبت کا دعویدار تھا۔ جس کی زندگی میں جس کے کمرے میں اس کے برابر وہ دو سال تک رہی، وہ شخص اسے تو بیوی کے حقوق نہ دے سکا۔

میں کس کے لئے سوگ منا رہی ہوں۔۔۔۔ وہ کون ہے خود کو پوجنے والا۔ صرف اپنے آپ سے محبت کرنے والا۔ اور اپنوں سے محبت کرنے والا۔ اپنی ماں کا لاڈلا۔ میں کون تھی اس کی بس بچپن کا ایک رشتہ نبھانے چلا آیا تھا۔۔ وہ بھی اپنے باپ اور دادا سے کیے وعدے کو نبھانے کے لئے۔ اور میں اس شخص کے پیچھے سوگ منا رہی ہوں۔ جو نہ جانے کب کا زندگی میں آگے بڑھ چکا ہے۔۔ زہرہ جمال آج اپنی ناقدری پر ایک ہی بار آنسو بہا لینا چاہتی تھی۔ اتنے آنسو تو اس نے جب طلاق دی تھی، تب بھی نہ بہائے ہوں گے۔

اس نے بے دردی سے ہاتھ کی پشت سے اپنے آنسو صاف کیے اور بیگ میں سے موبائل نکال کر آغا جان کا نمبر ڈائل کیا۔

سلام دعا کے بعد وہ اس بات پر آئی جس کے لئے اس نے کال کی تھی۔

آغا جان۔۔۔آپ نے مجھ سے جواب مانگا تھا نہ، آغا جان۔۔آپ کا جہاں دل چاہتا ہے میری شادی کر دیں۔ لیکن میری بس ایک شرط ہے کہ یہ سب بہت سادگی سے ہونا چاہئیے۔ وہ اپنی بات کہہ کر کال بند کر چکی تھی۔ جبکہ آغا جان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ ہی نہیں تھا۔۔ تبھی دروازے پر دستک دے کر یاور ہمایوں اندر داخل ہوا۔

آغا جان سے مصحافہ کر کے وہ ان کے سامنے بیٹھ گیا۔

آغا جان۔۔۔ کو وہ کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔

کیا ہوا ہے یاور ؟ سب کچھ ٹھیک ہے نہ ؟

جی ۔۔۔اس نے اثبات میں سر ہلا یا۔

مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے ؟

بولو۔۔۔۔میں سن رہا ہوں۔

آ غا جان ۔۔۔آپ نے ایک بار کہا تھا کہ آپ کوئی ی اچھا سا لڑکا دیکھ کر زہرہ کی شادی کر دیں گے ؟

آ غا جان ۔۔۔نے اثبات میں سر ہلا یا۔

آ غا جان ۔۔۔ کیا وہ اچھا لڑکا میں نہیں ہو سکتا ؟

کبھی نہیں ؟آغا جان اپنی جگہ پر کھڑے ہو گ ئی ے۔

کیوں ؟

تمہارے کیوں کا جواب نہیں ہے ہمارے پاس ؟

لیکن آغا جان مجھے جواب چاہئی یے۔

اس کی کیا گارنٹی ہے کہ تم اسے کل کو حازم کی طرح چھوڑ تو نہیں دو گے ؟

آپ کو کیا گارنٹی چاہئی یے ؟

کچھ بھی نہیں، کیونکہ میں اس کا نکاح طہ کر چکا ہوں۔پرسوں اس کا نکاح ہے۔تم دوبارہ مجھے اس کے آس پاس نظر نہ آؤ۔چلے جاؤ یہاں سے۔

وہ مردہ قدموں سے لوٹ آیا۔ وہ تو سوچ کر آیا تھا کہ وہ آغا جان کے پاؤں پکڑ لے گا۔ لیکن اس کے نکاح کا سن کر وہ ہمت ہی ہار گیا۔

وہ رش ڈرائی یونگ کرتا ہوا جب حویلی پہنچا تو وہاں عجب سماں تھا۔ساری حویلی کو دلہن کی طرح سجایا گیا۔۔

وہ اندر داخل ہوا تو ہر طرف زرق.برق لباس پھیلے ہوئے تھے۔۔۔۔

وہ حیران ہوتا آگے.بڑھا جب سیما بیگم اس کی طرف.بڑھی۔

یاور تم آگ ئی ے بیٹا۔۔۔۔چلو شکر ہے وقت پر پہنچ آئے ہو۔بیٹا میں نے بہت اچھی لڑکی تمہارے ل ئی ے پسند کی ہے۔کل تمہارا نکاح ہے۔۔۔

یاور حیران ہو کر ماں کو دیکھنے لگا۔مجھے بے حد اصرار پر گھر بلانے کا مقصد یہ تھا؟

جی ہاں۔۔۔کیونکہ تمہیں بتا دیتی تو تم نے کہاں آنا تھا۔۔۔

وہ سب کو سلام کرتا ہوا اپنے کمرے میں آگیا۔۔۔

اگر وہ نہیں تو کوئی ی بھی ہو کیا فرق پڑتا ہے۔۔اس کا دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔۔اس نے دو سلیپنگ پلز لیں اور بے سد ہو گیا۔

آنے والے وقت سے بے خبر۔

جی تو اب آپ لوگ سٹارٹ ہو جائی یں جی کہ اتنی لیٹ اور اتنی چھوٹی سی ایپیسوڈ دی ہے۔

جی تو ہمارے گھر میں شادی ہے جس کی وجہ سے میں بہت کم لکھ پاتی ہوں سو بہت معذرت خواہ ہوں۔

وہ اس وقت ایک نہایت ہی خوبصورت جھیل کے پاس کھڑا تھا۔۔۔دودھ کی طرح سفید پانی ایک قطار کی طرح نیچے بہہ رہا تھا۔۔۔دور کہیں سے بگلے اڑ اڑ کر آ رہے تھے اور جھیل کی سطح سے پانی کے چند قطرے منہ میں لے کر واپس اپنی منزل کی جانب روانہ ہو جاتے تھے۔۔۔

تبھی اسے اپنے پیچھے پائی ل کی آواز سنائی ی دی۔۔وہ پلٹ کر دیکھنا چاہتا تھا لیکن اسے لگ رہا تھا کسی نادیدہ قوت نے اسے جھکڑ لیا ہو۔۔۔آواز اس کے قریب تر ہو رہی تھی۔۔۔۔اس کے نتھنوں سے مانوس سی خوشبو ٹکرائی ی، چوڑیوں کی کھنک، پائی ل کی جھنکار کے ساتھ سرخ آنچل اس

کی آنکھوں کے آگے لہرایا۔اس نے تیزی سے گردن موڑ کر دیکھا لیکن اگلے ہی پل اس کی آنکھ کھل گ ئی ی۔اس نے خود کو نرم بستر پر پایا۔وہ آنکھیں پھاڑے اپنے آس پاس دیکھنے لگا۔ لیکن سارا منظر بدل چکا تھا۔اس نے آنکھیں موند کر پھر سے وہ منظر یاد کرنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ اس طرح سے ایمیجن نہیں کر سکا۔۔اس خواب کے زیر اثر وہ کتنی ہی دیر آنکھیں موندے پڑا رہا۔۔۔آخر کار سستی سے وہ بیڈ سے اٹھا۔ واش روم میں فریش ہو کر واپس لوٹا تو کمرے میں سیما بیگم کھڑی تھیں۔ہاتھ میں خوبصورت سی شیروانی اٹھائے کھڑی تھیں۔یاور نے انہیں دیکھ کر نگاہیں پھیر لیں۔اور آگے بڑھ کر وارڈرب میں سے شرٹ نکال کر پہننے لگا۔

سیما بیگم کو اس کی بے رخی پر بھی پیار آیا۔انہوں نے آگے بڑھ کر اسے اپنی طرف موڑا اور شیروانی آگے رکھ کر دیکھنے لگیں۔وہ لاپرواہ بنا ادھر ادھر دیکھتا رہا۔۔۔

میرا بیٹا تو آج شہزادہ لگے گا۔۔۔۔

وہ ان کے آگے سے ہٹ کر بیڈ کی طرف مڑ گیا۔سائی یڈ ٹیبل سے سگریٹ اور لائیٹر نکال کر سیگریٹ سلگایا تو سیما بیگم نے آگے بڑھ کر اس کی پیشانی چوم لی۔۔۔۔

یاور جلدی سے تیار ہو کر نیچے آجاؤ۔

ماں۔۔۔اسکی پکار پر وہ دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر بغیر پلٹے کھڑی رہیں۔

ماں۔۔۔کیا یہ نکاح پرسوں نہیں ہو سکتا؟

نہیں۔۔۔ہ کہہ کر وہ باہر نکل آئی ی۔

یاور بے بسی سے اٹھ کر ٹہلنے لگا۔اس نے ایک آخری کوشش کے لئے آغا جان کا نمبر ڈائل کیا۔کافی دیر رنگ جاتی رہی لیکن کسی نے بھی کال ریسیو نہیں کی۔۔۔

اس نے پاس پڑی شیروانی پر ایک نظر بھی نہ ڈالی اور وارڈروب سے ہمیشہ کی طرح بلیک قمیض شلوار پہن کر نیچے آیا تو ادھر ادھر دیکھے بغیر بیرونی دروازے کی طرف مڑا۔ لیکن راستے میں ہی سیما بیگم نے اسے روک لیا۔ گرین کلر کے قمیض شلوار جس پر میرون کام کیا ہوا تھا۔ہم رنگ دوپٹہ سر پر ٹکائے کندھے پر میرون شال ڈالے اس کے سامنے تھیں۔۔ے۔انہوں نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگایا۔

وہ باہر آیا تو گاڑی میں دادا جان بھی موجود تھے۔۔۔فرنٹ سیٹ پر دادا جان تھے جب کے بیک سیٹس پر یاور ماں کے پاس بیٹھ گیا تھا۔

حویلی سے تین گاڑیاں بیک وقت نکلیں تھی۔گارڈز کی ایک گاڑی آگے اور ایک ان کی گاڑی کے پیچھے جارہی تھی۔۔

گاڑی جس وقت لاہور شہر میں داخل ہوئی یں۔یاور نے حیران ہو کر ماں کی طرف دیکھا۔جو اسے دیکھ کر معنی خیزی سے مسکرائی ی تھیں۔

اس نے گاڑی کو جانے پہچانے راستوں پر مڑتے دیکھا تو وہ بے چین ہو اٹھا۔گاڑی جس وقت رمیز ولا میں داخل ہوئی ی۔وہ بے چین ہو اٹھا۔دھڑکنوں نے دگنی رفتار پکڑلی۔

آغا جان اور رمیز صاحب نے بہت خوشدلی سے ان کا استقبال کیا۔
یاور کی کیفیت تو بس کسی صدمہ زدہ انسان کی تھی۔۔

نکاح نامے پر دستخط کرنے کے بعد سب سے ملتے ہوئے بھی اسے لگ رہا تھا وہ کسی خواب سی کیفیت میں ہو۔

آغا جان۔۔۔ یاور کے پاس آکر بیٹھے تو اس نے شکوہ کناں نظروں سے انہیں دیکھا اور پھر بے ساختہ مسکرا دیا۔

آغا جان۔۔۔۔۔ نے اس کا کندھا تھپکا، مجھے تم اور حازم دونوں ہی بہت عزیز ہو یاور، لیکن یاور تم وہ غلطی کبھی نہ کرنا جو حازم نے کی ہے۔۔۔ میری بیٹی کا میرے علاوہ کوئی ی بھی نہیں ہے۔ وہ رشتوں کے معاملے میں بہت ہی غریب ہے۔ مجھے یقین ہے تم اس کا بہت خیال رکھو گے۔ اگر اس سے کوئی ی خطا ہو جائے تو در گزر کرو گے۔ کرو گے نہ جواب دو یاور ؟

آغا جان۔۔۔آپ کی پوتی کو سو دفعہ میرا خون بھی معاف ہے۔اور بتائیں اور کیا کہوں جس سے آپ کو یقین آئے۔۔آپ کبھی بھی ناامید نہیں ہوں گے۔اس کی بات پر آغا جان طمانیت سے مسکرادئیے۔

وہ آتے ہوئے جتنا مایوس تھا۔واپسی کے سفر میں اسی قدر خوش اور مطمئن تھا۔۔۔

وہ خود ڈرائیو کر رہا تھا۔اس کے برابر آغا جان بیٹھے تھے،اور پچھلی سیٹوں کی ترتیب وہی تھی۔بس یاور کی جگہ اس وقت زہرہ جمال براجمان تھی۔

گاڑی تیزی سے گاؤں کی طرف بڑھ رہی۔سیما بیگم اپنے فیصلے سے مطمئن تھے۔لیکن طوفان تو تب اٹھے گا جب روبینہ بیگم اور ادینہ کو پتہ چلے گا۔سیما بیگم آنے والے وقت سے ڈر بھی رہی تھیں۔لیکن بیٹے کا مطمئن چہرہ دیکھ کر انہیں اپنے اندر ڈھیروں کون اترتا محسوس ہو رہا تھا۔

جس وقت نکاح کے بعد اس نے انہیں گلے لگا کر ان کی پیشانی چومی تھی۔۔۔انہوں نے یاور کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو دیکھے تھے۔۔۔۔ وہ آنسو ساتھ مسکرا رہا تھا۔

انہوں نے آج غا جان سے کیا وعدہ پورا کر دیا تھا۔۔۔

گاڑی جس وقت حویلی کے احاطے میں داخل ہوئی ی۔حویلی روشنیوں سے جگمگا اٹھی تھی۔۔

یاور انہیں حویلی چھوڑ کر خود واپس کہیں چلا گیا۔سیما بیگم نے اجنبھا سے بیٹے کو دیکھا۔اس نے رخ موڑ کر بھی زہرہ کو نہیں دیکھا تھا اور یہ ان کے لئے حیرت کا باعث تھا۔

وہ اس وقت جمال ماموں کی قبر پر آیا تھا۔۔ پچھلے سات سالوں میں وہ جتنے بھی دن گاؤں میں رہتا ہے۔ ایسے ہی روزانہ ان کی قبر پر آتا تھا۔۔۔

حازم ان کے بہت قریب تھا۔ وہ ان کا بہت خیال رکھتا تھا۔ لیکن جتنا عرصہ حازم پڑھائی ی کے سلسلے میں انگلینڈ رہا۔ یاور ان کے بہت قریب آ گیا تھا۔ یاور ہمایوں اور حازم رمیز کے درمیان ہمیشہ ہی سے ایک دوسرے کے حریف رہے تھے۔۔۔ لیکن دونوں میں ایک چیز مشترک رہی ہے کہ دونوں کی پسند ایک جیسی تھی۔ ہمیشہ ہی دونوں کو ایک جیسی چیزیں پسند آتی تھی۔

حازم اگر متحمول مزاج تھا تو یاور شدت پسند تھا۔۔۔ جمال صاحب بھی دونوں کو بہت پسند تھے۔۔۔ لیکن انہیں حازم کے ساتھ زیادہ لگاؤ تھا اور وجہ تھی حازم کا زہرہ جمال کے ساتھ نکاح۔ انہیں زہرہ کی وجہ سے وہ بہت عزیز تھا۔۔۔

آج وہ خاموشی سے ان کی قبر پر بیٹھا تھا۔ بچپن کی بہت سی باتیں زہن کے پردے پر لہرائی ی تھیں۔ان کا پیار، ان کا خیال رکھنا حازم اور اس کی لڑائی ی میں ایک بہترین ثالث کا کردار ادا کرنا۔۔۔ وہ ایک بہترین انسان تھے۔۔ لیکن زندگی کے میدان میں وہ ہار گ ئی ے۔ بہت جلدی ہمت ہار گ ئی ے تھے۔۔ زندگی نے ان کے ساتھ ایسا کھیل کھیلا تھا کہ وہ کب بساط پلٹی انہیں سمجھ ہی نہ آئی ی کہ ان کے ساتھ کیا ہو گیا۔زہرہ جمال کی جدائی ی نے انہیں بالکل توڑ دیا تھا۔

کافی دیر وہاں بیٹھنے کے بعد وہ اٹھ کر چل دیا۔۔۔۔

رات کے دو بج رہے تھے۔۔۔ اتنا لمبا سفر کرنے کے بعد وہ لوگ حویلی پہنچے تھے۔اور پھر حویلی میں لوگوں کا اک ہجوم اُمڈ آیا تھا۔ سیما بیگم نے یاور کی شادی کی بابت گاؤں میں سب لوگوں کو بتایا تھا۔اور انہیں کھانے کی

دعوت بھی دی تھی۔گاؤں کی بہت سی خواتین دلہن کو دیکھنا چاہتی تھی۔لیکن سیما بیگم نے منع کر دیا کہ دلہن ابھی بہت تھکی ہوئی ہے اور اسے اوپر یاور کے کمرے میں بھیج دیا۔اس وقت بھی سیما بیگم سب مہمانوں کو بھیج کر اس کے پاس بیٹھی ادھر ادھر کی باتیں کر رہی تھی۔۔۔۔

یاور کی گاڑی کے ہارن کی آواز سن کر وہ اٹھ کر نیچے آگئی۔

زہرہ عجیب کشمکش میں بیٹھی تھی۔اسے سمجھ نہیں آرہی تھی وہ کیا کرے۔۔۔۔

وہ تو یہاں انتقام کی آگ میں جلتی ہوئی پہنچی تھی۔لیکن نکاح کے دو بول کے بعد اسے چپ لگ گئی تھی۔اسے آج یاور کی یونی کی وہ شدت پسند باتیں اور نظریں بھی یاد آرہی تھیں۔

کیسے وہ اپنے پریڈ بنک کر کے صرف اسے دیکھنے کے لئے اس کی کلاس میں اس کے برابر آ کر بیٹھ جاتا تھا۔ وہ اکثر نوٹس بناتے ہوئے اس کے ہاتھ کانپنے لگتے تھے۔

وہ سوچوں میں الجھی تھی جب دروازہ ہلکی سی آواز کے ساتھ کھلا اور پھر بند ہو گیا۔

پھر واش روم کا دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز آئی ی تو زہرہ جمال نے جلدی سے اپنی جگہ چھوڑی اور تیزی اسے وارڈروب کی طرف مڑی۔ جلدی سے ہینگر ادھر ادھر کر کے اس نے اپنا ایک ڈریس برآمد کیا اور جوں ہی مڑی اس کا سر کسی سے زور سے ٹکرایا۔۔زہرہ جمال کے لئے سانس لینا مشکل ہو گیا۔ وہ اس کے اتنے قریب کھڑا تھا کہ اس کی سانسیں اس کے چہرے کو جھلسا رہیں تھی۔۔۔ سرخ رنگ کے لہنگے میں

ملبوس بہترین میک اپ کیے سرخ لپ سٹک سے مزین ہونٹ کے کنارے کو دانتوں میں دبائے یاور ہمایوں کے ہوش اڑا رہی تھی۔

یاور نے کچھ انچ کا فاصلہ سمیٹ اور جھک کر اس کے گال پر اپنے ہونٹ رکھے۔اُس کی اِس جسارت پر زہرہ نے تیز نظر یاور ہمایوں پر ڈالی تو وہ کھلکھلا کر ہنس دیا۔

جو اُن معصوم آنکھوں نے دئی یے تھے

وہ دھوکے۔۔۔آج تک میں کھا رہا ہوں

زہرہ نے آنکھیں چرائی ی تو وہ اس کی آنکھوں پہ ہی جھک گیا اور زہرہ جمال کو اس سے اپنا اپ بچانا مشکل لگنے لگا۔

اس نے یاور کو ایک زوردار دھکا دیا لیکن وہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس بھی نہ ہوا۔

زہرہ کی آنکھوں میں بے بسی سے آنسو چمکنے لگے۔ یاور ہمایوں بھلا اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ سکتا تھا وہ بھی اپنی وجہ سے۔ وہ جلدی سے پیچھے ہٹ گیا۔۔۔

زہرہ جمال۔۔۔ اس کے سائیڈ سے نکل کر ڈریسنگ روم میں گھس گ ئی ی۔

وہ چینج کر کے لوٹی تو وہ ہونٹوں میں سیگریٹ دبائے ٹانگ پہ ٹانگ جمائے بیٹھا تھا۔۔۔۔ اس نے جذبے لٹاتی آنکھوں سے زہرہ جمال کے سادہ

سے سراپے کو دیکھا۔۔۔اس کی آنکھوں میں جگنوؤں سی چمک تھی۔۔۔۔۔۔۔

زہرہ نے اس کی طرف ایک تیز نظر ڈالی اور ناگواری سے منہ موڑ لیا۔۔۔

یاور کے ہونٹوں کو ایک جاندار مسکراہٹ نے چھوا۔۔۔اس نے ہاتھ میں موجود آدھ جلا سیگریٹ ایش ٹرے میں مسلا اور اپنی جگہ پر کھڑا ہوا اور زہرہ کی طرف پیش قدمی کی۔

زہرہ جمال اسے اپنی طرف آتا دیکھ کر کھڑی ہو گئی۔۔

یاور کے قریب آنے پر وہ دونوں بازو سینے پر باندھ کر رخ موڑ کر کھڑی ہو گئی۔۔۔

اک تیری خواہش ہے بس

کائی نات کس نے مانگی ہے

زہرہ نے ناگواری سے اسے دیکھا۔۔ یاور نے ہاتھ بڑھا کر اس کی آنکھوں کے پاس موجود بالوں کو پیچھے کرنا چاہا۔

زہرہ تیزی سے دو قدم پیچھے ہوئی ی۔

یاور نے مسکرا کر قدم آگے بڑھائے اور پھونک مار کر بال پیچھے کیے۔۔۔

چلو کائی نات بانٹ لیتے ہیں

تم میرے باقی سب کچھ تمہارا

یاور نے بڑی ادا سے ایک اور شعر پڑھا۔زہرہ کا غصہ اب سوا نیزے پر تھا۔

دیکھو یاور ہمایوں ایک بات یاد رکھنا میں نے یہ شادی آغا جان کے کہنے پر کی ہے۔مجھ سے کسی قسم کی امید مت رکھنا۔تم بھی حازم خان کی طرح کچھ دن دل بہلالو۔پھر تم اپنے راستے ہم اپنے راستے۔کچھ دنوں میں تمہارا دل بھی بھر جائے گا اور تم بھی اپنی اوقات دیکھا دو گے۔

نہ کہا کرو کہ ہم چھوڑ دیں گے تم کو

نہ ہم اتنے عام ہیں نہ تیرے بس کی بات ہے یہ

زہرہ جمال اس کے ان بے تکی شعر وشاعری سے جھنجھلا گ ئی ی تھی۔ اس نے جان بوجھ کر حازم کا نام لیا تھا۔وہ اسے غصہ دلانے کی کوشش کر رہی تھی۔ جبکہ وہ آج بڑے موڈ میں تھا۔۔۔

زہرہ تنگ آ کر اسے ہاتھ سے ایک سائی یڈ پہ دھکا دیتی ہوئی ی جا کر کمبل تان کر لیٹ گ ئی ی۔۔۔

یاور ہمایوں نے ایک سرد آہ بھری اور سیگریٹ اور لائی ٹر لے کر کمرے سے نکل گیا۔

"خاموشی گہرے پانیوں سی ہوتی ہے، جیسے سمندر کی تہہ میں اترے بنا یہ نہیں بتایا جا سکتا کہ وہاں کیا ہو گا ایسے ہی کسی انسان کے دل میں اترے بغیر کیسے کسی کو جان سکتے ہو۔"

وہ اس وقت سیما بیگم کے برابر بیٹھی تھی۔ وہ اس کے سامنے صوفے پر پاؤں لمبے کیے ٹیبل پر رکھے بیٹھا تھا۔۔ تھوڑی دیر کے بعد ملازمہ چائے لے کر آئی تو وہ سب کے لئے کپ میں چائے انڈیلنے لگی۔۔۔ سیاہ اور گلابی رنگ کے لباس میں اس کی گوری رنگت اور بھی دمک رہی تھی، سنہری بال دوپٹے میں چھپے تھے۔

یاور دلربا سراپے میں ""اگر اس کے پر ہوتے تو یہ ضرور پری ہوتی۔ کھویا سوچتا رہا۔

"اور اگر اسے علم ہو جائے کہ میں اس کے بارے میں کیا سوچتا ہوں تو اس کے تاثرات کیا ہوں گے؟" اس کے لبوں پر دھیمی مسکراہٹ پھیل

گ ئی ی۔۔۔ وہ اسے دیکھنے میں اس قدر مگن تھا کہ اسے احساس ہی نہیں ہوا کہ کب وہ چائے کا کپ ل ئی ے اس کے سر پر کھڑی تھی۔

یاور کے دیکھنے پر اس نے شعلہ برساتی نظروں سے اسے دیکھا۔۔

یاور نے مسکرا کر اس سے کپ لیا اور جان بوجھ کر اپنی انگلیاں اس کی انگلیوں سے مس کیں۔۔

اس نے تیزی سے ہاتھ کھینچ لیا۔ یاور کی یہ حرکت سیما بیگم سے چھپی نہیں رہ سکی۔ وہ اس کی شرارت پر مسکرا کر دادا جان سے باتیں کرنے لگیں۔

یاور کل سے اسلام آباد گیا ہوا تھا۔ زہرہ کی اس کمرے پر اپنی حکومت تھی ۔۔۔اس نے آج خوب سو کر اپنی نیند پوری کی اور پھر تفصیل سے کمرے کا جائزہ لیا۔۔ یاور کی موجودگی میں تو وہ کمرے میں رات کے آخری پہر

آتی تھی اور صبح اس کے اٹھنے سے پہلے نکل جاتی تھی۔یہ جانے بنا کہ وہ تو اس کے آنے سے پہلے کمرے میں ٹہلتا ہی رہتا تھا۔۔

بیڈ،سائیڈ ٹیبل،الارم کلاک،سنگھار میز پر سلیقے سے رکھی پرفیوم کی بوتلیں،ائیر فریشنر،لوشن،صوفوں کے درمیان رکھے شیشے کی میز پر رکھے گل دان اور ان میں رکھے پھول،سامنے والی دیوار پر ماہرانہ ہاتھوں سے سجائی گئی دوڑتے ہوئے گھوڑوں کی خوبصورت پینٹنگ۔۔کمرے کے وسط میں لگا جھومر،سلک کے نفیس چمک دار پردے۔فرش سے چھت تک ہر چیز سفید رنگ کا لبادہ اوڑھے ہوئے تھی۔زہرہ کمرے کی خوبصورتی دیکھ کر ساکت رہ گئی۔ایسا شاندار کمرہ تو اس نے اپنے خیالوں میں بھی نہیں سوچا تھا۔وہ اس گھر میں پہلے بھی کہیں بار آچکی تھی لیکن اس کمرے تک اس کی رسائی کبھی نہیں رہی۔وہ اس کمرے کی خوبصورتی سے حد درجہ متاثر تھی۔۔۔۔وہ اس کی خوبصورتی میں کھو گئی۔۔۔۔۔

تبھی دروازے دستک دے کر سیما بیگم مسکراتی ہوئی ی اندر داخل ہوئی ی۔۔۔انہوں نے اس کے سادہ سے حلیے پر ایک نظر ڈالی اور الماری کی طرف.بڑھ گ ئی یں۔

ایک کام والا گرین کلر کا خوبصورت سا جوڑا نکال کر زہرہ کی طرف.بڑھایا۔

زہرہ جلدی سے یہ پہن لو۔

یہ ۔۔۔یہ تو بہت بھاری سوٹ ہے۔ایسا ڈریس گھر میں کیسے پہن سکتی ہوں؟

"اچھا۔۔۔ سیما بیگم نے ایک اور ہلکے گلابی رنگ کی لمبی فراک بیڈ پر رکھی ۔جس کے گلے اور گھیرے پر سلور دھاگے اور نگوں کا نفیس کام کیا گیا تھا۔

جلدی سے پہن کر آؤ پھر دیکھو میں تمہاری خوبصورتی کو کیسے چار چاند لگاتی ہوں۔

وہ ابھی کچھ بولنے کے ل ئ ے پر تول ہی رہی تھی کہ سیما بیگم نے ہاتھ اٹھا کر اسے کچھ بھی بولنے سے منع کر دیا اور بیڈ سے کپڑے اٹھا کر اس کے ہاتھ میں تھماتے اس کا رخ ڈریسنگ روم کی جانب موڑ دیا۔

"ارے واہ۔۔۔اب لگ رہی ہے نہ میری بہو؟ کچھ دیر پہلے تو ایسا لگ رہا تھا جیسے برسوں کی بیاہی کوئی ی خاتون ہو۔ چلو اب جلدی سے یہاں بیٹھو تاکہ میں تمہیں تیار کر سکوں۔ ویسے کچھ زیادہ تو مجھے آتا نہیں لیکن پھر بھی کوشش کرتی ہوں۔اس کے سنہری بالوں کو کیچر میں مقید کر کے اس کے حسین نقوش کو اپنی مہارت سے مزید نکھارنے لگی۔

وہ خود آئی ینے میں اپنا عکس دیکھ کر ""واہ۔۔۔! کتنی پیاری لگ رہی ہو۔ حیران رہ گ ئی ی۔۔

سیما بیگم نے ایک نازک سا گلوبند نکال کر اسے پہنایا اور پھر سنگھار میز پر چوڑیوں والے ڈبے سے ہم رنگ چوڑیاں اس کی کلائی یوں سے بھر دیں۔

یہ کچھ زیادہ نہیں ہو گیا؟ وہ منمنائی ی۔

تم ن ئی ی نویلی دلہن ہو تمہیں تو ہر وقت تیار رہنا چائی یے۔ سیما بیگم نے اسے پیار سے ڈپٹا۔

""پلیز مجھے عجیب لگ رہا ہے۔ اسے کیسے سب کے سامنے جاؤ ں۔

ایسے کیسے عجیب لگ رہا ہے۔ ارے سجنا سنورنے کے یہی تو دن ہیں۔

ان کے پاس اس کی ہر بات کا جواب تھا۔

وہ اکتائی ی سی لگ رہی تھی۔اسے لگ رہا تھا کہ یاور سمجھے گا کہ وہ اس کے ل ئی ے تیار ہوئی ی ہے۔اور وہ اسے کسی خوش فہمی میں نہیں رکھنا چاہتی تھی۔۔۔۔

وہ سیما بیگم کے ساتھ بیٹھی تھی جو کھانے پر یاور کا انتظار کر رہی تھی۔۔۔ وہ پریشان سی لگ رہیں تھیں۔زہرہ ان سے کہیں بار پہنچ چکی تھیں کہ کیا مس ئی لہ ہے وہ کیوں پریشان ہیں۔ لیکن وہ مسکرا کر کچھ نہ کہہ کر خاموش ہو جاتی تھیں۔

وہ کب سے ادھر ادھر چکر لگا رہی تھی۔وہ جس وقت کمرے میں آئی یں تھیں اس وقت تک تو ان کا موڈ بالکل ٹھیک تھا۔۔۔ لیکن اس وقت وہ سخت ٹینشن میں تھیں۔

تبھی باہر گاڑی کے ہارن کی آواز سنائی ی دی تو وہ پریشان ہو کر زہرہ کو دیکھنے لگی۔۔۔

وہ تیزی سے زہرہ کی طرف مڑی اور اسے جلدی سے اوپر کمرے کی طرف جانے کو کہا۔

وہ حیران ہو کر دیکھنے لگی۔۔

زہرہ بیٹا جلدی جاؤ۔ ہم بعد میں بات کرتے ہیں۔اس وقت یاور گھر میں نہیں ہے میں حالات کنٹرول نہیں کر سکتی۔

وہ بھاگتی ہوئی ی اوپر پہنچی اور ونڈو سے نیچے دیکھا تو بلیک کلر کی مرسڈیز سے حازم ادینہ اور روبینہ بیگم اتر رہے تھے۔روبینہ بیگم نے پوتی کو اٹھا رکھا تھا۔۔۔

غصے کی ایک تنز لہراس کی رگ وپہ میں دوڑ گ ئ ی۔اس نے دوپٹہ کھینچ کر بیڈ پر پھینکا۔۔۔زیوارت اتار کر بے دردی سے ادھر ادھر پھینکے اسے آج اپنی بے وقتی کا احساس ہو رہا تھا۔۔

وہ کسی مجرم کی طرح اس خوبصورت کمرے میں بند ہو چکی تھی۔۔۔اسے کچھ ہوش نہیں تھا کب سہ پہر سے شام ہوئی ی کب شام رات میں بدل گ ئی ی۔آٹھ بجے کے قریب یاور بھی لوٹ آیا۔۔۔اور رات کے دس بج گ ئے لیکن وہ بھی کمرے میں نہیں آیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسے اپنے دل میں ایک درد سا محسوس ہوا وہ جلدی سے اٹھی اور ایک بیگ میں اپنی کپڑے ڈالنے لگی۔

تبھی ہلکی سی آواز کے ساتھ دروازہ کھلا اور یاور اندر داخل ہوا۔زہرہ کو دیکھ کر وہ حیران ہوا۔تم گھر میں ہی ہو؟تم نیچے کیوں نہیں آئی ی؟

اس کے سوال پر زہرہ کا دل چاہا اس کا سر پھاڑ دے۔

وہ خاموش ہی رہی اور بیگ میں کپڑے ڈال کر اس کی طرف مڑی۔

مجھے تمہاری ہیلپ چائی یے؟

جی۔۔۔۔بول ئی یے ہم تو آپ کے ملازم ہیں۔۔۔

تم اپنے ڈرائی یور سے کہو وہ مجھے لاہور چھوڑ آئے۔

کیوں؟ اب کی بار اس کے لہجے میں سختی در آئی تھی۔

کیونکہ میں اب یہاں اس قید خانے میں مزید نہیں ٹھہر سکتی۔

کیا مطلب؟

مطلب کچھ بھی نہیں ہے۔ کیا تم میری مدد کرو گے؟

نہیں۔۔۔! وہ جواب دے کر صوفے پر بیٹھ کر جوتے اتارنے لگا۔۔

زہرہ نے آگے بڑھ کر ٹیبل پر رکھا اس کا موبائل اٹھایا۔

پاسورڈ لگاؤ۔۔۔ یاور نے سوچتی نظروں سے اسے دیکھا۔

زہرہ۔۔۔

کیا زہرہ۔۔۔ میں کہہ رہی ہوں پاسورڈ کھولو۔

میں پاسورڈ ہی بتا رہا ہوں۔ زہرہ میرا پاسورڈ ہے۔

اس کے جواب پر اس نے بے یقینی سے اسے دیکھ اور پاسورڈ ڈالنے لگی۔۔

یاور پھر سے اپنے کام میں مصروف ہو چکا تھا۔۔۔

موبائل پہ نمبر ڈائل کر کے اسے فون کان سے لگاتے دیکھ کر یاور جلدی سے اس تک پہنچا تھا۔

اور کھینچ کر موبائل اسے سے لیا اور کال کٹ کی۔

کیا کر رہی ہو؟ اس وقت آغا جان کو کیوں کال کر رہی ہو؟؟

کیونکہ مجھے اس گھر میں نہیں رہنا ہے۔ وہ اب ہاتھ باندھ کر اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

کیوں اس گھر میں تم پر کون سے ظلم ہو رہے ہیں جو تم یہاں نہیں رہ سکتی؟؟

ظلم۔۔۔۔ تم ظلم کی بات کر رہے ہو۔ جس گھر میں۔۔۔۔ میں پچھلے نو گھنٹوں سے ایک کمرے میں بند ہوں۔۔۔ وہاں مجھے کیا تکلیف ہے؟

مجھے تکلیف یہ ہے کہ اس گھر میں۔۔ میرا سابق شوہر ایک داماد کی حیثیت سے تو آسکتا ہے۔ لیکن میں اپنے ہی گھر میں اس گھر کی بہو ہوتے ہوئے ایک کمرے میں چھپ کر بیٹھوں گی۔۔ کیا ہر بار ان لوگوں کے آنے پر تم اور تمہاری ماں مجھے ایسے ہی چھپا لو گے۔۔۔۔ اور تم۔۔ تم محبت کے دعوے دار ہو۔۔ تین لوگوں کے سامنے مجھے اپنی بیوی کے طور پر متعارف نہیں کروا سکتے۔۔۔۔

دیکھو زہرہ میں نہیں جانتا تھا کہ تم گھر میں ہو۔ مجھے ماں نے کہا تھا کہ تم آغا جان کی طرف گ ئی ی ہو۔ وہ بہت تحمل سے بول رہا تھا۔

جھوٹے، مکار انسان میں تمہاری باتوں میں نہیں آنے والی۔

مجھے بس اب یہاں نہیں رہنا۔۔۔

اوکے۔۔۔! تم میرے اسلام آباد چلی چلنا۔ ہم صبح سویرے نکل چلیں گے۔۔۔

میں تم جیسے بزدل شخص کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔

اب کی بار وہ اسے بازو سے کھینچتا ہوا سیما بیگم کے کمرے میں لے آیا۔

وہ اس آفت پر بوکھلا گ ئی ی۔

ماں۔۔۔آپ اسے بتائی یں کہ آپ نے مجھے بتایا تھا کہ یہ گھر میں بہیں ہے۔

ہاں زہرہ بیٹا۔۔۔۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ آج کوئی ی تماشا ہو۔ میری بیٹی ماں بننے کے بعد پہلی بار اس گھر میں آئی ی تھی۔اس ل ئے میں نہیں

چاہتی تھی کہ وہ ایسے واپس گھر جائے۔۔۔ میں تم سے اور یاور دونوں سے شرمندہ ہوں۔ مجھے معاف کر دو۔

ان کی بات زہرہ خود ہی شرمندگی کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب گئی۔۔

اس نے آگے بڑھ کر ان کے جڑے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور خود بھی آنسو بہانے لگی۔

یاور۔۔۔ میری بیٹی نے کھانا بھی نہیں کھایا۔۔۔

تم کہہ رہی ہو کیسی عورت ہے ایک تو مجھے قید کر دیا اوپر سے کھانے کو بھی کچھ نہیں دیا۔

دراصل یاور نے بھی کچھ نہیں کھایا تھا۔ اس لئے میں نے سوچا تم دونوں ساتھ ہی کھانا کھا لو گے۔۔۔

ان کی بات پر اس نے یاور کو دیکھا۔ لیکن وہ پلٹ کر کمرے سے نکل گیا۔

زہرہ کو اب اپنے کہے الفاظ یاد آ رہے تھے۔۔۔وہ شرمندہ سی کمرے میں لوٹ آئی ی۔ جہاں وہ اب لیپ ٹاپ گود میں رکھے اپنے کام میں مصروف تھا۔

یاور ہمایوں نے ایک تیکھی نظر زہرہ پر ڈالی جو شش و پنج میں کمرے کے وسط میں کھڑی تھی۔۔۔۔

یاور نے اسے اپنی نظروں کے حصار میں لیا وہ کچھ بے چین لگ رہی تھی۔۔۔وہ جو تھوڑی دیر پہلے بپھری شیرنی بنی ہوئی ی تھی۔۔۔اب

ایک دم سے بھیگی بلی بن گ ئی ی تھی۔۔۔۔اس کی حالت دیکھ کر یاور کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گ ئی ی۔۔۔۔

وہ لیپ ٹاپ ایک سائی یڈ پہ رکھتا ہوا اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے قریب چلا آیا۔

وہ اس کی موجودگی کو محسوس کرتے ہوئے اپنے دوپٹے کے کونے سے کھیلنے لگی۔۔۔۔

"جسکو تم پریشانی سمجھ رہی ہو، ہو سکتا ہے وہ کسی اچھے وقت کا آغاز ہو۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئی یں میں گرائے گ ئی ے تو انہیں معلوم نہیں تھا کے یہ ن ئی ے سفر کا آغاز ہے۔

پیغمبری کا سفر، بادشاہت کا سفر، جہاں ایک دور ختم ہوتا ہے وہاں سے ایک ن ئی ے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ جلد بازی اور مایوسی انسان کو تباہ کر دیتی ہیں۔۔۔۔

عاجزی اور شکر گزاری سے انسان بڑی سے بڑی آزمائی ش میں بھی کامیاب ہو جاتا ہے۔۔

زہرہ نے نظر اٹھا کر اس شخص کو دیکھا جس کے بارے میں وہ دعوے دار تھی کہ وہ زندگی میں سب سے زیادہ نفرت اس شخص سے کرتی ہے۔ لیکن نہ جانے اس کی زندگی میں شامل ہونے کے بعد اس شخص نے اس پر کیا جادو کیا تھا کہ وہ اپنی پچھلی زندگی کو بھولنے لگی تھی۔ اسے اس شخص کی توجہ چائی یے تھی۔ شاید اس نے ساری زندگی محبتوں کے ل ئی ے ترستے ہوئے گزاری تھی۔۔۔۔ حازم خان کے بارے میں وہ کچھ بھی نہیں جانتی تھی۔ اس نے اپنے رویے سے بھی کبھی اسے محسوس ہی نہیں ہونے

دیا کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے۔۔۔۔ لیکن اس شخص کی جنونیت سے تو وہ اول روز سے واقف تھی۔۔۔۔نہ جانے وہ اپنی زندگی میں یہ ٹھہراؤ کہاں سے لایا تھا۔۔۔وہ اپنی سوچوں میں اس قدر کھوئی ی کہ اسے پتا ہی نہیں چلا کہ وہ کب سے روم میں اکیلی ایک ہی جگہ پر منجمند ہے۔۔اس نے ہوش میں آتے ہوئے اپنے ارد گرد نظر دوڑائی ی تو خود اکیلے پایا۔۔اسے لگ رہا تھا وہ بیچ منجھدار میں کھڑی ہے۔جہاں سے وہ نہ تو پیچھے جا سکتی ہے اور نہ ہی آگے بڑھ سکتی ہے۔۔۔

آدھی رات کو اس کی اچانک آنکھ کھل گ ئ ی۔اس نے شاید کوئی ی ڈراؤ نا خواب دیکھا تھا۔۔۔

اس نے دیکھا کہ ایک جنگلی بلی منہ میں سے عجیب وغریب آوازیں نکالتی اس کے پیچھے بھاگ رہی ہے۔۔۔وہ خواب یاد کر کے اسے بری طرح

گھبراہٹ ہوئی ی، جیسے کوئی ی اس کے دل کو مٹھی میں لے رہا ہو۔۔وہ دل بہلانے کو اٹھ کر ٹہلنے لگی۔۔

دل کی عجیب کیفیت پر "" یااللہ خیر۔۔۔اچانک یہ کیا ہو رہا ہے ہمیں۔ خود کو سنبھالتی وہ ٹہلتی رہیں اچانک پیچھے سے آ کر کسی نے ان کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

وہ بوکھلا کر مڑی۔۔۔اپنے پیچھے کھڑے حازم کو دیکھ کر وہ نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگی۔

ادینہ کیا ہوا ہے؟تم ٹھیک ہو؟

جی۔۔۔جی۔۔۔میں ٹھیک ہوں۔مجھے کیا ہونا ہے۔۔۔

بچی کب سے رو رہی ہے اور تم سن ہی نہیں رہی۔

حازم کی بات پر وہ چونک کر بے بی کاٹ کی طرف دیکھنے لگی۔

سوری۔۔۔۔وہ بس اتنا ہی بولی۔

بیٹھو لو یہ پانی پیو حازم نے سائیڈ ٹیبل پہ رکھا پانی کا گلاس اس کی طرف بڑھایا۔

اب بتاؤ مجھے کیا بات ہے؟؟

حازم میں نے بہت برا خواب دیکھا ہے۔۔۔۔میں جنگل میں اکیلی بھاگ رہی تھی۔ میرے پیچھے ایک عجیب و غریب بلی بھاگ رہی تھی۔میں پوری رفتار سے بھاگ رہی تھی۔ لیکن وہ بلی میرے قریب تر ہو رہی تھی۔پھر

پھر میں کسی کے وجود سے ٹکرائی ی۔ جانتے ہیں آپ وہ
۔۔۔وہ۔۔۔ ٹکرانے والا کون تھا۔۔

حازم نے نفی میں سر ہلایا۔۔۔۔

حازم۔۔۔حازم وہ زہرہ تھی۔

ادینہ کی بات پر ادینہ کے ہاتھوں پر حازم کی گرفت ڈھیلی
ہوئی ی۔۔۔۔ لیکن پھر اس نے ہمت کر کے ادینہ کو حوصلہ دیا۔اور اس
سے وعدہ کیا وہ اسے کل صبح بڑی حویلی لے کر جائے گا۔۔

اسے اس حویلی میں آئے پورے دو مہینے گزر چکے تھے۔۔۔اپنی جگہ پر سب کچھ ٹھیک تھا۔سب کی نظروں میں اس کا اور یاور کا رشتہ بہت مضبوط تھا۔۔ لیکن در حقیقت وہ دونوں ایک کمرے میں اجنبیوں کی طرح رہ رہے تھے۔۔۔۔۔۔ وہ زیادہ تر اسلام آباد میں ہی ہوتا تھا۔۔۔ ہفتے والے دن وہ حویلی آتا تھا۔۔۔زہرہ کو بس پورے ہفتے میں ویک اینڈ کا انتظار کرتی تھی۔۔۔

حسب معمول آج بھی اسے آنا تھا۔۔۔وہ چائے کا کپ لے کر سیڑھیوں پر بیٹھی اس کا انتظار کر رہی تھی۔۔ قدموں کی آہٹ پر اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو سامنے حازم خان ،ادینہ اور روبینہ بیگم تینوں کھڑے تھے۔۔۔۔

وہ اپنی جگہ پر کھڑی ہو گ ئ ی۔ہاتھ میں موجود چائے کا کپ کب کا زمین بوس ہو چکا تھا۔

ان کے چہرے واضح طور پر دیکھنے کے ل ئ ے اس نے اپنی آنکھیں مسلی۔۔

روبینہ بیگم آ بر واچکا ئے ""یہ کیا ہو رہا ہے، تم ادھر کیا کر رہی ہو۔ انتہائی ی ناگواری سے اسے دیکھ کر سوال کر رہی تھی۔۔

جبکہ ادینہ کی نظریں زہرہ کی جگہ حازم خان پر ٹکیں تھی۔جو ٹکٹکی باندھے اسے دیکھ رہے تھے۔جو ان کے دل کی اولین مکین تھی۔۔۔۔۔

زہرہ نے ان کے راستے سے ہٹ جانا ہی مناسب سمجھا۔۔وہ جانتی تھی۔یاور ہمایوں کو اپنی بہن سے بہت محبت ہے اور وہ اسے کبھی اجڑتے نہیں دیکھے گا۔۔۔

زہرہ جلدی سے مڑی اور سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔لیکن روبینہ بیگم چیل کی مانند اس تک پہنچی تھیں۔

کیا کر رہی ہو اس گھر میں، یہ میرے باپ کا گھر ہے۔۔۔تم ڈائی ن یہاں کیا کر رہی ہو؟؟ان کی آواز میں ایک پھنکار تھی۔

اس کے "" اگر یہ آپ کے باپ کا گھر ہے تو میرے شوہر کا بھی گھر ہے۔ الفاظ پر تینوں کو چپ لگ گ ئی۔ حازم خان کو اپنے سینے میں درد سا اٹھتا محسوس ہوا۔۔۔اس نے اپنے دل کے مقام پر ہاتھ رکھا تھا۔۔

زہرہ نے حازم خان پر ایک زہریلی نظر ڈالی تھی۔۔۔ جبکہ حازم کو لگ رہا تھااس کا پور پور زخمی ہو چکا ہو۔

روبینہ بیگم غصے کی زیادتی سے کانپنے لگی۔اور چٹاخ کی آواز کے ساتھ ایک زوردا تھپڑ زہرہ کے منہ پر پڑا تھا۔۔اوراس کے معظلات کا ایک ریلہ تھا جو ان کے منہ سے نکلا تھا۔اسے مارنے کے ل ئی ے وہ اک بار پھر آگے بڑھیں تھیں۔ لیکن اس سے پہلے ہی یاور ہمایوں کسی مہربان سائی بان کی طرح درمیان میں آ چکا تھا۔۔۔

پھپھو۔۔۔۔۔اپنی حد میں رہیں۔یہ بیوی ہے میری؟میں اپنی بیوی پر کسی کی میلی آنکھ برداشت نہیں کر سکتا اور آپ نے اس پر ہاتھ اٹھایا ہے۔۔۔۔

یاور تم جانتے ہو کیا کہہ رہے ہو؟ جانتے ہو یہ لڑکی کون ہے۔اس کا ماضی کیا ہے۔۔۔

اپنی ماں کی باتوں سے اکتا کر حازم خان وہاں سے نکل گیا تھا۔۔۔

جی جانتا ہوں یہ آپ کے بیٹے کی منکوحہ رہ چکی ہے۔۔۔یہی ہے جس کو طلاق دے کر آپ کے بیٹے نے میری بہن سے شادی کی ہے۔۔۔روبینہ بیگم تو یاور کے تیور دیکھ کر ہی ڈر گئی تھیں۔اور بیٹے کے پیچھے باہر نکل گئی۔ادینہ بھی بھائی سے ملے بغیر وہاں سے چل دی۔۔

یاور نے مڑ کر زہرہ کو دیکھا تو اس کا دل کٹ گیا۔۔ تھام کر اٹھایا اور اوپر کمرے میں لے آیا۔۔

اسے بیڈ پر بٹھا کر وارڈروب سے فرسٹ ایڈ باکس نکال لایا۔ کسی ماہر ڈاکٹر کی طرح اس کا زخم صاف کرنے لگا۔

جبکہ زہرہ اپنی تک صدمے کی کیفیت میں تھی۔۔۔اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ حازم خان کے سامنے اس کی ماں اسے پیٹ رہی تھی اور وہ بزدلوں کی طرح کھڑا دیکھ رہا تھا۔ اور اگر یاور نہ آتا تو وہ ٹکٹکی باندھ کر یاور کو دیکھنے لگی۔ مرد کو مضبوط ہونا چاہئی یے۔ مرد تو وہی ہے جو اپنے سے جڑی عورتوں کی حفاظت کر سکے۔۔۔۔۔۔۔

زہرہ نے سامنے بیٹھے اپنے شوہر کو دیکھا جو فون پر کسی سے بات کر رہا تھا۔شاید ماں سے بات کر رہا تھا۔۔جو دادا جان کو لے کر ہاسپٹل گ ئی یں ہوئی یں تھی۔

مردانہ وجاہت سے بھرپور مرد خوبصورت نقوش والا چہرہ اس وقت غصے کی وجہ سے رنگت سرخ ہو رہی تھی۔۔ کوئی ی بات کرتے ہوئے اس نے کندھے اور کان سے موبائی ل کو سہارا دیا اور سیگریٹ منہ میں دبا کر لائی ٹر سے اسے سلگایا۔۔۔۔زہرہ کی نظروں کی تپش تھی۔۔شاید جو اس نے بھی اس کی طرف دیکھا۔زہرہ نے نظریں جھکا لیں۔۔۔

وہ فون بند کر کے اس کے پاس آیا۔

تم ٹھیک ہو؟

جی۔۔۔ مختصر جواب آیا تھا۔۔

پھر کانپ کیوں رہی ہو؟

ڈر سے۔۔۔

کس کے ڈر سے؟؟

"اپنے دل سے۔

اب کی بار یاور ٹھٹھک گیا۔ مطلب وہ جو سوچ رہا تھا ویسا نہیں تھا۔وہ کچھ اور کہنا چاہتی تھی۔۔

کیا ہوا ہے دل کو؟

"بغاوت کر رہا ہے۔

تو کرنے دو نہ۔۔جزبات سے چور لہجے میں کہا گیا تھا۔۔

"میں بھلا روک بھی کیسے سکتی ہوں۔

اس کی بات پر وہ کھل کر ہنسا تھا۔۔

ارے واہ بیگم۔۔آپ کا یہ رنگ تو بلکل انوکھا ہے۔اب تو خود کو سنبھالنا بہت مشکل ہو جائے گا۔"

بیڈ کے کنارے پر ٹکی زہرہ نے ایک گہری سانس لی اور آنکھیں بند کر لیں۔۔۔چند لمحوں بعد آنکھیں کھلیں تو اس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا وہ عین اس کے سامنے بیٹھا تھا۔۔

وہ سٹپٹائی ی اور اپنی جگہ پر کھڑی ہو گ ئی ی۔۔

اس نے ہاتھ کھینچ کر دوبارہ بٹھالیا۔ "" بیٹھو یہاں۔

"" میرا خیال ہے ہم دونوں ہی بہت سہہ چکے ہیں، بس اب اور نہیں۔

یاور نے پہلی بار استحقاق سے اس کا ہاتھ تھاما۔

وہ عجیب کشمکش کا شکار تھی۔۔۔اس نے آہستہ سے یاور کے ہاتھوں سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا تھا۔ابھی کچھ گرہیں باقی تھیں۔لیکن بدگمانی کے بادل چھٹ رہے تھے۔۔۔

یاور نے سرد سانس بھری اور اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔اس کے ل ئ ے اتنا اظہار ہی کافی تھا۔وہ اپنے منہ سے کہہ رہی تھی کہ اس کا دل یاور کو چاہتا ہے۔وہ جانتا تھا وہ صبح اب دور نہیں جب وہ پوری کی پوری اس کی ہو گی۔۔

کبھی کبھی تو ایسا لگتا ہے جیسے ان سے اچھا دنیا میں کوئ ی نہیں ہے۔۔۔۔۔ لیکن پھر اسے یاور کی وہ بس ایک بات یاد آتی وہ ایک شرط تو پہلے والا خیال خود ہی اڑ جاتا ہے۔

چہرے پر آنے والے بالوں کو پیچھے کرتے ہوئے وہ مسلسل خود سے محو گفتگو تھی۔۔وہ بیڈ کی نادیدہ سلوٹوں کو دور کرنے لگی۔۔۔

یاور نے وارڈروب سے ایک پیکٹ نکال کر زہرہ کی طرف بڑھایا۔۔۔

اسے کھول کر دیکھو کیسا ہے؟

""کیا ہے یہ؟

منہ دکھائی ی کا تحفہ ہے۔

اس کے جواب پر وہ پیکٹ زہرہ کے ہاتھ سے گر گیا جسے یاور نے تھام لیا۔۔۔

اس نے پیکٹ اٹھا کر اس کی گود میں رکھ دیا اور خود سامنے ٹانگ پہ ٹانگ جما کر صوفے پر بیٹھ گیا۔

وہ بنا اس کی طرف دیکھے پیکٹ کھولنے لگی۔ ہاتھوں میں واضح ارتعاش تھا۔ وہ اس کی نظروں سے خائف ہو رہی تھی۔

وہ اٹھ کر اس کے قریب آ کر بیٹھ گیا "میں مدد کر دوں۔"

نہیں۔۔۔۔ میں کھول لیتی ہوں۔۔۔

پیکٹ کھولا تو اندر ایک چھوٹی سی گولڈن کلر کی ڈبیا تھی۔ جسے کھولنے پر ایک پل کے لئے زہرہ خاموش ہو گئی۔ وہ بے یقین تھی۔ اس نے آنکھ اٹھا کر یاور کو دیکھا۔

جو پر شوق نظروں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔ کیسا لگا گفٹ ؟

یہ۔۔۔۔ یہ تو اس نے ایک بار پھر ائی یر رنگز کو دیکھا گولڈن کلر کے چھوٹے چھوٹے فلاور شیپ کے وہ ائی یر رنگز بچپن میں اسے اس کے پاپا نے دئی یے تھے۔ لیکن یونی میں یہ کھو گ ئی ے تھے۔

زہرہ ان کے کھونے پر بہت روئی ی تھی اور کہیں دن رنجیدہ رہی تھی۔۔۔ اس کے پاس اپنے باپ کے حوالے سے وہی بس ایک نشانی تھی۔۔۔

یہ تو کھو گ ئی ے تھے نہ ؟؟؟

ہاں۔۔۔۔ ! یاور نے اثبات میں سر ہلایا۔ یہ وہ نہیں ہیں۔ لیکن ویسے ہی تو ہیں نہ ؟

تمہیں کیسے یاد رہا؟

جن سے محبت کی جاتی ہے ان کی چھوٹی چھوٹی باتیں اور چھوٹی چھوٹی چیزیں یاد رہتی ہیں۔۔۔۔ یہ کہہ کر وہ اٹھ کر وہاں سے چلا گیا اور پیچھے زہرہ کے ل ئ ے سوچ کے کہیں دروازے کھول گیا۔

انٹرکام پر سیکریٹری نے جس مہمان کے آنے کی اطلاح دی تھی اس کا نام سن کر یاور لحظہ بھر تو ششدر رہی رہ گیا پھر دوسرے ہی لمحے سر جھٹک کر انٹرکام رکھ کر کھڑا ہوا اور باوقار قدموں سے چلتا ہوا وہ ریسپیشن کی طرف آیا جہاں ادینہ کھڑی تھی۔

وہ اس کے قریب آکر خوشگوار لہجے میں گویا ہوا۔ ""اسلام علیکم۔۔۔۔

مجھے آپ سے کچھ امپورٹنٹ بات کرنی ہے وہ رکھائی ی سے بولی۔

وہ سیکریٹری کو اطلاع دیتا آگے بڑھا کہ کوئی ی "" وائے ناٹ، کم پلیز۔ اسے ڈسٹرب نہ کرے۔۔ وہ اسے ل ئ ے اپنے آفس میں آیا۔

وہ صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا اور خود اس کے ""آؤ بیٹھو۔
مقابل بیٹھ گیا۔

"" تھینکس۔

""اب بولو کیا کہنا ہے۔

آپ اس قدر خوش کیوں ہیں؟ کیا آپ نہیں جانتے وہ لڑکی آپ کو بالکل"
پسند نہیں کرتی، ایک بار نہیں بار بار وہ آپ کی چاہت کو ٹھوکر مار چکی
ہے۔آج تک وہ آپ کو پسند نہیں کرتی۔

نہ کرے وہ مجھ محبت نہ دم بھرے میری چاہت کا پر" وہ اٹھ کر ٹہلنے لگا۔۔۔
میرے لئے یہی اطمینان ہی کافی ہے کہ وہ میرے گھر میں ہے، اس
کے نام کے ساتھ میرا نام جڑا ہے۔۔۔اور محبت کا کیا ہے وقت کے
وہ نہایت اطمینان سے بولا۔ "ساتھ وہ بھی ہو جائے گی۔۔

اگر ادینہ کی جگہ کوئی اور یہ بات کرتا تو وہ اسے جھڑک دیتا لیکن وہ اس کی بہن تھی،

چھوٹی اور لاڈلی بہن۔

وہ پر سکون ہو کر کھڑکی سے باہر بھاگتی دوڑتی گاڑیوں کو دیکھنے لگا۔

ادینہ اذیت سے اسے دیکھنے لگی۔۔۔

آپ اپنے ساتھ زیادتی کر رہے ہیں۔میں آپ کی بہن ہوں میں آپ کو برباد ہوتے نہیں دیکھ سکتی۔

ادینہ کبھی ایسا ہی میں نے بھی تم سے کہا تھا۔۔۔تم نے میری نہیں سنی تھی۔تم میری سن لیتی تو ایسا کبھی نہیں ہوتا۔

"میں نے جو غلطی کی ہے وہ میں آپ کو نہیں کرنے دوں گی۔۔۔میں آپ کو حازم خان بنتے نہیں دیکھ سکتی۔۔۔"

یاور نے بہن کی تکلیف پر آنکھیں میچیں۔وہ اسی وقت سے ڈرتا تھا۔اور آج اس کی بہن خوداذیتی میں گری اس کے سامنے کھڑی تھی۔۔

"آپ زہرہ کو طلاق دے دیں۔

یاور نے اپنی بہن کی طرف دیکھا جو سفاکی کی آخری حدوں کو چھو رہی تھیں۔

"مر کر بھی نہیں دو گا۔ میں کوئی ی.بزدل مرد نہیں ہوں۔

"آپ اگر اسے طلاق نہیں دیں گے تو حازم خان مجھے چھوڑ دے گا۔

یہ راہ تم نے اپنے ل ئی ے خود چنی ہے۔کیا حازم نے تم سے خود یہ کہا ہے؟

نہیں۔۔۔۔ لیکن پھپھو کہتی ہیں کہ اس سے پہلے حازم کچھ ایسا کریں آپ زہرہ کو طلاق دے دیں۔

"اچھا۔۔۔اس سب کے پیچھے ان کا دماغ ہے۔انہوں نے تمہیں مہرہ بنا کر بھیجا ہے۔"

"بھائی پلیز۔۔۔۔۔میں ایک بار پھر سے ایک بیٹی کی ماں بننے جا رہی ہوں۔اگر پھپھو کو پتا چل گیا تو وہ مجھے اس گھر میں نہیں رہنے دیں گی۔انہیں وارث چاہئیے ہے۔"

ادینہ۔۔۔مجھ سے کسی قسم کی کوئی امید مت رکھنا۔۔۔حازم سے بات کرو وہ سمجھ جائے گا۔

وہ کیا سمجھیں گے انہیں تو خود کا بھی ہوش نہیں ہوتا۔۔۔وہ تو اس ڈائی ن کا درد دل میں ل ئی ے خود سے بھی بے خبر ہیں۔۔۔

"ادینہ خود کے ل ئی ے راہ چننے سے پہلے تعین کر لینا چائی یے کہ اگر کانٹے چننے کی سکت ہو تو تب ہی اس راہ پر چلنا چائی یے۔۔"

بھائی ی سے مایوس ہو کر وہ اپنے آنسو پونچھتی بیگ کندھے پر ڈالتی اٹھ کھڑی ہوئی ی۔

کس کے ساتھ آئی ی ہو؟

ڈرائی یور کے ساتھ۔

چلو میں تمہیں خود چھوڑ کر آتا ہوں۔

نہیں۔۔۔آپ رہنے دیں۔میں چلی جاؤں گی۔

وہ اس گاڑی تک چھوڑنے اس کے ساتھ آیا۔۔۔

جب تک اس کی گاڑی آنکھوں سے اوجھل ہوتی وہ کھڑا اسے دیکھتا رہا۔
تبھی اس کا موبائل بجنے لگا۔

موبائل پہ موجود نمبر دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"اسلام علیکم۔۔۔۔وہ مصروف سے انداز میں بولا۔

"وعلیکم سلام۔۔۔وہ پھپھو پوچھ رہی ہیں،آپ آج آرہے ہیں کیا؟

مما سے تو میری ابھی بات ہوئی ہے۔میں نے انہیں بتایا ہے کہ میں آج نہیں آرہا۔اس نے شرارت سے جھوٹ بولا۔

یہ دوسرا ہفتہ ہے آپ گھر نہیں آرہے؟

کس کے ل ئ ے آؤ ں ؟ بیوی کو تو میری ضرورت نہیں ہے۔ماں سے فون پہ بات ہوتی رہتی ہے۔۔۔

وہ۔چاہتا تھا زہرہ اسے خود کہے آنے کے ل ئ ے۔لیکن اس کی یہ حسرت ، حسرت ہی رہنے والی تھی۔

اچھا۔۔۔ ٹھیک ہے میں پھپھو کو بتا دوں گی۔آپ نہیں آ رہے۔

او کے ۔۔۔وہ بھی لاپرواانداز میں بولا۔

اچھا نیکسٹ ویک آئ یں گے ؟

کنفرم نہیں ہے۔

اچھا۔۔ ٹھیک ہے خدا حافظ ۔

اس کے فون رکھنے سے پہلے یاور کال کٹ کر چکا تھا۔

اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔۔۔

زہرہ جمال۔۔۔۔ کے ل ئ ے یہ ہفتہ بھی انتظار میں ہی گزر گیا۔ لیکن وہ نہیں آیا۔۔۔ وہ اب اسے مس کر رہی تھی۔ طبعیت میں عجیب بے کلی چھائی ی ہوئی ی تھی۔۔۔ سارا دن اس کا انتظار، انتظار ہی رہا۔ رات دس بجے تک وہ اس کا انتظار کرتی رہی لیکن وہ نہیں آیا۔

رات گ ئ ے مانوس سی خوشبو سے اس کی آنکھ کھلی تو اس نے اپنے برابر کسی کو سوتے پایا۔

وہ جلدی سے اٹھی اور سائی یڈ لیمپ جلایا تو برابر میں یاور کو اتنے دنوں کے بعد دیکھ کر وہ بے خود سی ہو گ ئ ی۔۔۔

اسے اپنی حالت خود ہی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔۔ اسے اس شخص کی اتنی یاد کیوں آ رہی تھی۔۔۔

اس کی نظروں کا ارتکاز تھا جو یاور نے آنکھ کھول کر اسے دیکھا جو بڑی فرصت سے گال کے نیچے ہاتھ رکھے اسے دیکھ رہی تھی۔۔۔

یاور اسے دیکھ کر مسکرایا تو اس نے سٹپٹا کر نظریں جھکا لیں۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ یاور نے یہ دو ہفتے کیسے نکالے تھے۔۔۔ وہ اس کی بے چینی کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتی تھی۔۔۔

وہ آیا تو وہ سوئی ہوئی تھی۔ وہ کتنی دیر اسے دیکھتا رہا اور پھر جب آنکھ لگی تو اسے اپنے چہرے پر کسی کی نظروں کا ارتکاز محسوس ہوا۔

وہ کروٹ لے کر اس کی طرف پیٹھ کر کے سو گیا۔

زہرہ کو بہت غصہ آیا۔

اور یاور یہی تو چاہتا تھا۔اس کی طرف سے پیش قدمی۔۔۔

زہرہ جمال۔۔۔۔۔۔نے حیران نظروں سے یاور کی پشت کو گھورا۔اس سے کوئی ی بھی بات کیے بنا وہ رخ موڑ کر سو گیا تھا۔۔

جبکہ یاور کی آنکھوں میں بس اس کا سراپا لہرا رہا تھا اور وہ آنکھیں مونددے مسکرا رہا تھا۔۔وہ جانتا تھا وہ اب بس اس کی ہو چکی ہے۔۔۔۔۔اور وہ اس کی طرف سے اظہار کا انتظار کر رہا تھا۔۔

یاور ہمایوں نے تو کہیں بار اس کے دل پر دستک دی تھی۔لیکن اب باری زہرہ جمال کی تھی۔۔۔

صبح اس کی آنکھ کھلی تو وہ کمرے میں نہیں تھی۔وہ فریش ہو کر نیچے آیا تو بڑا سا ہال خالی پڑا تھا۔لیکن کچن سے زہرہ اور سیما بیگم کی آوازیں آ رہیں تھی۔۔وہ کچن کے دروازے میں پہنچا تو اندر بڑا خوش کن منظر تھا۔۔۔

یلو کلر کے قمیض شلوار میں ملبوس دوپٹہ گلے میں ڈالے زہرہ جمال کچن کاؤنٹر کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑی تھی۔۔۔ سنہری بالوں کی لٹیں اس کے گالوں کو چھو رہی تھی۔۔۔ سیما بیگم سالن بنانے کے ساتھ ساتھ مسکرا کر اس سے باتیں کر رہی تھیں۔۔

زہرہ بیٹا اللہ تمہیں ہمیشہ ایسے ہی خوش رکھے۔ پچھلے کتنے دنوں سے تمہارے چہرے پر افسردگی چھائی ی ہوئی ی تھی۔ لیکن دیکھا میرے بیٹے کے آتے ہی کیسے تمہارا چہرہ کھل اٹھا ہے۔آخری بات انہوں نے شرارت سے کہی تھی۔

ان کی بات پر اس نے مسکراتے ہوئے سر اٹھایا تو نظر سیدھی سامنے کھڑے یاور پر پڑی جو سینے پر بازو باندھے اسے ہی گھور رہا تھا۔۔۔

وہ گڑبڑا کر سیما بیگم کی طرف دیکھنے لگی جو اپنی رو میں شروع کی ہوئی ی تھی۔

بس اللہ اب تمہاری جھولی بھر دے۔میں بھی مرنے سے پہلے اپنے پوتے پوتیوں کو دیکھ سکوں۔۔۔

زہرہ کو دیکھ کر لگ رہا تھا سارے جسم کا خون اس کے چہرے پر آ کر جمع ہو گیا ہو۔۔

یاور اس کی حالت سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔۔۔

ہاں ہاں۔۔مما ایسا ہی ہو گا۔اللہ آپ کو لمبی عمر دے بس۔۔۔

یاور کی آواز پر وہ پلٹی اور پھر زہرہ کو دیکھ کر ہنسنے لگی کیونکہ اس کی حالت اب رونے والی تھی۔زہرہ دونوں ماں بیٹے کے چہرے پر دبی دبی مسکراہٹ دیکھ کر وہاں سے واک آؤٹ کر گئی۔۔۔۔

مما جلدی سے ناشتے دیں پھر ہم لوگ آغا جان کی طرف چلتے ہیں۔زہرہ کو کہیں وہ بھی تیار ہو جائے۔

یاور۔۔۔زہرہ کا وہاں جانا مناسب ہو گا۔۔۔

مما۔۔۔۔کل آغ جان نے کال کی تھی کہ میں زہرہ کو لے کر ان کے پاس آؤں۔رمیز ماموں کا کہنا ہے کہ وہ زہرہ کا میکہ ہے اگر وہ وہاں نہیں آئے گی تو کہاں جائے گی۔۔۔۔

ہمممم۔۔۔۔ ٹھیک ہے تم چلو میں ناشتہ بھجواتی ہوں۔

پھر بھی اسے وہیں ایستادہ دیکھ کر انھوں نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

ویسے آپ کی بہو بہت بدل نہیں گ ئی ی؟؟اس نے کان کھجاتے ہوئے پوچھا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

وہ بلیک قمیض شلوار میں ملبوس تھی۔ سر پر بلیک چادر رکھے یاور ہمایوں کے برابر بیٹھی تھی۔۔۔اس نے آج پہلی بر یاور ہمایوں کی بہت پہلے کی گ ئی ی خواہش پوری کی تھی۔

کالا جوڑا جو اس نے بہت پہلے زہرہ کو گفٹ کیا تھا۔ لیکن زہرہ نے اسے لوٹا دیا۔

شادی کے بعد اس نے وہ جوڑا یاور کی وارڈروب میں دیکھا تھا اور آج نکال کر پہن لیا۔ اس نے اسے دل سے قبول کر لیا تھا۔۔وہ تھا ہی ایسا اس کے ساتھ رہنے والوں کو اس سے محبت ہو ہی جاتی ہے اور وہ تو اس کی بیوی تھی،اس کی محبوبہ۔۔

یاور کی نگاہیں پلٹ پلٹ کر اس پر جا رہی تھیں۔ جو لاپرواسی بنی دوسری طرف منہ کیے باہر دیکھ رہی تھی۔ گاڑی میں اس وقت بالکل خاموشی چھائی ی ہوئی ی تھی۔ دونوں ہی ایک دوسرے کو بہت کچھ کہنا چاہتے تھے لیکن دونوں کے پاس باتکا آغاز کرنے کے ل ئی ے الفاظ نہیں تھے۔۔

گاڑی جس وقت حویلی میں داخل ہوئی ی آغا جان اور رمیز صاحب ان کے انتظار میں باہر ہی کھڑے تھے۔۔۔۔

آغا جان سے ملتے ہوئے زہرہ جمال کی آنکھوں میں آنسو تھے۔میکے کے نام پہ اس کے پاس یہی تو دو رشتے تھے۔۔رشتوں کے معاملے میں وہ بہت بد نصیب واقع ہوئی ی تھی۔

یاور نے آگے بڑھ رمیز صاحب سے ارتیج کو لے لیا اور اس سے لاڈ کرنے لگا۔۔۔

جس وقت وہ دونوں ہال میں داخل ہوئے ادینہ روبینہ بیگم نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔حازم اور روبینہ بیگم واک آؤٹ کر گ ئ ے ۔جبکہ ادینہ بھائ ی کی محبت میں اس کی طرف بڑھ آئ ی لیکن زہرہ کی طرف اس نے نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔یاور بہن کو باہوں کے حصار

میں ل ئ ے سامنے موجود صوفے پر بیٹھ گیا۔ادینہ کی آنکھوں میں اس سے بہت سے شکوے تھے۔۔۔۔

زہرہ ان دونوں کو ساتھ بیٹھتے دیکھ کر آغا جان کے ہمراہ ان کے کمرے کی طرف بڑھ گ ئ ی۔ یاور کی سوچتی نظروں نے دور تک اس کا تعاقب کیا۔۔

زہرہ کے جانے کے بعد ادینہ بھائ ی سے دور ہو کر بیٹھ گ ئ ی۔۔۔

بھائ ی یہ آپ اچھا نہیں کر رہے۔

کیا؟؟

اس کو لے کر یہاں کیوں آئے ہیں؟

ادینہ اس نے تمہارے آنے پر تو قدغن نہیں لگایا۔

بھائی ی وہ میرے باپ کا گھر ہے۔

ادینہ یہ اس کے باپ کا گھر ہے۔۔

لیکن بھائی ی اس کا یہاں سے کوئی ی اور بھی رشتہ رہا ہے۔

ادینہ پھر تو وہ تم پر بھی پابندی لگا سکتی ہے۔کیونکہ تم اس کے سابق شوہر کی بیوی ہو۔

بھائی ی آپ میرا موازنہ اس سے کر رہے ہیں۔

وہ میری بیوی ہے۔۔۔۔

جانتی ہوں۔۔۔۔

جانتی ہو تو پھر بحث کیوں کر رہی ہو۔۔۔۔

آپ میرے ل ئی ے مشکلیں بڑھا رہے ہیں۔

یہ تمہاری اپنی چوائی س ہے۔۔۔ یاور نے بہن کے چہرے پر نظر کی جس کی آنکھوں میں ایک کرب تھا۔۔۔

بس آج آخری بار آئی ی ہے۔اس کے بعد بلا ضرورت وہ یہاں نہیں آ ئے گی۔ میں اسے کسی اور رشتے کی کمی محسوس ہی نہیں ہونے دوں گا۔۔۔ بس آج برداشت کر لو۔۔۔

ادینہ کو زہرہ جمال پر رشک آیا۔ایک شخص اس سے جدا ہو کر بھی اس کی محبت کا دم بھرتا ہے اور ایک یاور ہمایوں ہے اس کا شوہر جس نے اسے پانے کے لئے سب کچھ داؤ پر لگا دیا۔۔۔وہ تو قسمت کی دھنی ہے جسے ایسا شوہر ملا ہے۔۔۔

جو لڑکیاں غیر محرم کی محبت میں گرفتار ہوتی ہیں نہ ان کے حصے میں ساری زندگی کے پچھتاوے ہوتے ہیں۔۔۔

زہرہ جمال نے یاور ہمایوں کی انتہا کی محبت دیکھ کر بھی اپنے قدم نہیں ڈگمگائے اور ایک ادینہ ہمایوں جو نہ جانے کب اتنی خود پسند ہو گئی کہ کسی کا بھی نہیں سوچا۔ایک عورت سے اس کا شوہر چھین لیا۔اس کی زندگی برباد کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔۔۔لیکن قصور اکیلی ادینہ کا بھی نہیں ہے حازم خان بھی برابر کا حصے دار ہے۔وہ ایک بزدل مرد تھا جو اپنے

سے جڑی عورت کی حفاظت نہ کر سکا۔۔وہ زہرہ جمال کے قابل ہی نہیں تھا۔

آغا جان۔۔۔کیوں آئی ی ہے وہ یہاں؟؟

کیونکہ یہ اس کے باپ کا گھر ہے اور تم ایسا کوئی ی سوال کرنے کا حق نہیں رکھتے۔۔۔

حازم نے حیران ہو کر آغا جان کی طرف دیکھا۔

آغا جان۔۔۔۔یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟؟

ٹھیک کہہ رہا ہوں حازم! تم نے اس حویلی سے رشتہ اسی دن توڑ دیا تھا۔جس دن تم نے زہرہ کو طلاق دی تھی۔۔۔۔

تم کبھی نہیں سمجھ سکتے کہ حازم کہ ان ماں باپ اور ان لڑکیوں کے دلوں پر کیا گزرتی ہے جب وہ طلاق کا داغ پیشانی پر سجائے واپس میکے لوٹ آتی ہیں۔۔۔خدا کا شکر ہے کہ زہرہ کا باپ زندہ نہیں ہے ورنہ وہ تمہیں اپنی بیٹی کی بربادی پر کبھی معاف نہیں کرتا۔۔۔ تم جانتے ہو جس دن تم نے زہرہ کو طلاق دی تھی تو میری کیا حالت تھی؟؟

لیکن اب تم سمجھ جاؤ گے خود ایک بیٹی کے باپ بنے ہو نہ تو سمجھ جاؤ گے۔۔۔

کس قدر تکلیف دہ تھا آرزؤں کا سفر

مس ئی لہ در مس ئی لہ سانحہ در سانحہ

حازم خان کو خبر ہی نہ ہوئی ی کب ایک آنسو اس کی آنکھ سے نکل کہ اس کی داڑھی میں جزب ہو گیا۔۔۔اس کے حصے میں خسارہ ہی خسارہ آیا تھا۔۔۔انتقام لینے چلا تھا، خود کو ہی برباد کر لیا۔۔۔

ہالے نور ٹھیک کہتی ہیں۔۔۔حازم جو لوگ انتقام لیتے ہیں وہ تنہا رہ جاتے ہیں۔۔۔زہرہ جمال نے اپنی ماں اور باپ کے کیے کا ازالہ بھی کرہ دیا تھا۔ وہ ہالے نور کو زندگی کی طرف لے آئی ی تھی۔۔۔

ہالے نور کو دیکھ کر پہلے پہل تو حازم کو تو یقین ہی نہیں آیا کہ یہ وہی ہالے نور ہیں۔۔۔

حازم میرے بچے یہ تم نے اپنے ساتھ کیا کر لیا۔ کیا میری زندگی تمہارے سامنے ایک عبرت کا نشان نہیں تھی جو تم خود کو بھی برباد کرنے چل دیا۔۔۔ان کی آواز اس کے کانوں میں گونج رہی تھی۔۔۔زہرہ ایک ہیرا ہے جو یاور ہمایوں کی قسمت بنا۔۔۔کبھی یاور کو غور سے دیکھنا حازم اس کی آنکھوں میں اس لڑکی کو دیکھ کر ایک جہان نظر آتا ہے۔۔ وہ سب

میں نے تمہاری آنکھوں میں بھی دیکھا تھا۔ لیکن تم اس جی حفاظت نہیں کر سکے۔۔۔

آغا جان۔۔۔۔۔ میں ادینہ اور اریج کو لے کر امریکہ جا رہا ہوں۔۔۔۔

آغا جان۔۔۔ کے دل کو کچھ ہوا تھا۔ انہوں نے بے یقین نظروں سے حازم خان کو دیکھا۔۔۔۔

حازم نے نظریں چرا لیں۔

میں نہیں چاہتا یہاں پہ کل میری بیٹی کو اپنے ماں باپ کے حوالے سے کچھ برا سننے کو ملے۔۔

حازم درخت اپنی جڑوں سے جدا ہو کر ہرا بھرا نہیں رہتا۔۔ وہ مرجھا جاتا ہے اور پھر ختم ہو جاتا ہے۔لوگ اس کو جلا لیتے ہیں۔۔

آغا جان۔۔۔۔۔میں بھی چاہتا ہوں کوئی مجھے جلا کر راکھ کر دے تاکہ میرے سینے میں جلتی آگ تو ٹھنڈی ہو۔۔۔۔

حازم خان اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا تو اندر داخل ہوتی زہرہ کے ساتھ مڈبھیڑ ہو گئی۔۔۔کچھ پل کے لئے سب کچھ ساکت ہو گیا۔۔۔بس زہرہ جمال کا وجود اس کے سامنے تھا۔۔۔وہ بت بنا کھڑا تھا۔۔

ہوش میں تب آیا جب زہرہ کے پیچھے یاور کو کھڑے پایا، وہ زہرہ کی ایک سائیڈ سے ہو کر نکلتا چلا گیا۔۔۔

کمرے میں بالکل خاموشی تھی۔۔بظاہر دونوں وجود ایک دوسرے سے بے خبر تھے۔۔

یاور بے نیاز بنا لیپ ٹاپ گود میں رکھے بیٹھا بے مقصد انگلیاں چلا رہا تھا۔۔زہرہ دھیرے سے چلتی ہوئی اس کے قریب گئی۔۔اپنا سر اس کے کندھے پر رکھ کر ایک ہاتھ اس کے بازؤں پر رکھا۔۔۔یاور ہمایوں کے لئے کائنات کی ساری خوبصورتی اس ایک پل میں سما گئی۔۔۔وہ سانس روکے بیٹھا رہا۔۔اس کے وجود نے ایک پل کے لئے جنبش بھی نہ کی۔۔اسے لگ رہا تھا یہ ایک خواب اور کہیں یہ خواب ٹوٹ نہ جائے۔۔

محبت خود بتاتی ہے کہاں کس کا ٹھکانہ ہے

کسے آنکھوں میں رکھنا ہے کسے دل میں بسانا ہے

اسے معلوم ہوتا ہے سفر دشوار کتنا ہے

شجر جو گرنے والا ہے وہ سایہ دار کتنا ہے

کیا واقعی یہ زہرہ جمال ہی کہہ رہی تھی۔۔۔وہ اس کے ل ئی ے سایہ دار شجر ہے۔

لگا ہے جو نشانے پر کمال میں بھی نہیں تھا

تیری قربت کا موسم تو گماں میں بھی نہ تھا

وہ جس کو پہن کر تم نے ہمیں پتھر کا بنایا ہے

لبادہ اس طرح کا تو دوکان میں بھی نہیں تھا

یاور نے اسے اپنی باہنوں کے گھیرے میں لیا تھا۔

زہرہ نے آنکھ اٹھا کر اسے کی آنکھوں میں دیکھا تھا۔

محبت کی زنجیر سے ڈر لگتا ہے

کچھ اپنی تقدیر سے ڈر لگتا ہے

جو مجھے آپ سے جدا کرتی

ہاتھ کی اس لکیر سے ڈر لگتا ہے

زہرہ نے دونوں ہتھلیوں کو گھورتے ہوئے اپنی سوچ کو زبان دی۔۔۔

یاور ہمایوں نے جھک کر اپنے ہونٹ اس کی ہتھیلی پر رکھ دے۔۔

یہ یقین میں اب کبھی ٹوٹنے نہیں دوں گا۔۔۔زہرہ نے مسکراتے ہوئے اپنے آنسؤں صاف کیے۔

یہ کیا ہے زہرہ جمال میرے پاس رہ کر بھی تمہاری آنکھوں میں آنسو۔۔۔

یہ خوشی کے آنسو ہیں یاور، تمہارے جیسا شوہر پانے کی خوشی،اتنی محبت دینے کی خوشی، سب کے سامنے میرا بھرم رکھنے کی خوشی۔۔

زہرہ جمال کے کانوں میں آغا جان کے الفاظ گونج رہے تھے۔

زہرہ اپنے اور یاور کے رشتے میں سے غلط فہمیاں نکال دو۔ کیا تم آج یہ برداشت کر سکتی تھی کہ حازم اپنی دوسری بیوی کے ساتھ رہتا اور تم اکیلی زندگی کی گاڑی گھسیٹ رہی ہوتی۔۔

یاور کو طلاق کا مطالبہ رکھنے کے لئے میں نے اور سیما نے ہی کہا تھا۔۔ کہ حازم تمہیں طلاق نہیں دے گا۔۔ لیکن وہ بہت بزدل نکلا۔۔ یاور ایسا نہیں ہے وہ کہیں بار میرے پاس آیا ہے تمہارے لئے۔ میں نے تمہیں ایسے ہی اسے نہیں سونپ دیا۔ میں جانتا ہوں وہ تمہارے قابل ہے۔ وہ تمہاری عزت کرے گا۔۔ تمہیں تحفظ مہیا کرے گا۔

اس کے دل میں موجود جو تھوڑا سا میل تھا وہ بھی جاتا رہا۔۔

آج کی صبح ہر صبح سے زیادہ چمکیلی اور خوبصورت تھی۔۔۔

زہرہ کی آنکھ کھلی تو پہلی نظر یاور پر پڑی جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔

ان کے ہاتھوں کی مہندی کا ہمیں یہ فائدہ ہوا

کہ رات بھر چہرے سے اس کے زلفیں ہم ہٹاتے رہے

زہرہ نے اپنی ہتھیلی کی مہندی کو دیکھا۔

بہت اچھا کلر آیا ہے۔

ہاں کہتے ہیں جن کا کلر اچھا آتا اس کا مطلب ہے ان کے شوہر کو ان سے بہت محبت ہوتی ہے۔۔

جھوٹ میں نے ایسا کچھ نہیں سنا۔

اچھا تو کیا ہوا ماہ بدولت سے سن لیا ہے نہ ابھی۔۔ دروازے پر دستک کی آواز سن کر زہرہ تیزی سے اٹھی تھی لیکن اس سے پہلے ہی یاور ہمایوں اسے واپس لیٹا چکا تھا۔

یاور دروازے پر کوئی ی ہے۔

تو کیا ہوا؟؟ ڈور لاک ہے۔۔

پھپھو ہوں گی ہمیں جگانے آئی ی ہوں گی ان کو برا لگے گا۔۔۔

جی نہیں ان کو برا نہیں لگتا وہ جانتی ہیں ان کے بیٹے کی جان ہے جس چڑیا میں ہے وہ آج ہی تو اس کے شکنجے میں آئی ی ہے۔۔

اس کی بات پر زہرہ نے اس کے سینے پر ایک زوردار دھمکا جڑا تھا۔۔اور دونوں کھلکھلا کر ہنس دیے تھے۔۔

دونوں کی زندگی بہت حسین ہو گ ئی ی تھی۔۔۔زہرہ کا چہرہ چاہت کے احساس سے گل و گلزار ہو گیا تھا۔۔۔آپ سب بھی اپنی زندگی کے بے رنگ حصے کو رنگوں سے مزین کیجیے یقین کریں۔۔۔زندگی سہل اور خوبصورت ہو جائے گی۔۔۔

روبینہ بیگم کے ل ئی ے اتنی ہی سزا کافی تھی کہ اپنی بیٹیوں کے ل ئی ے ان کا ان کے سامنے ڈٹ کر کھڑا ہو گیا۔۔وہ جو اس بار پوتا نہ ہونے رونا رو رہا تھا۔اس نے انہیں یہ کہہ کر چپ کروادیا تھا۔۔

ماں میں یہاں سے جارہا ہوں میں نہیں چاہتا جو میں نے اور آپ نے مل کر کیا ہے وہ میری بیٹیوں کے آگے آئے۔۔۔اس نے انہیں سختی سے منع کیا تھا کہ وہ ادینہ کے سامنے بیٹی ہونے پر کوئی ی ایسی بات منہ سے نہ نکالیں جو اس کی دل آزاری کا باعث بنے۔

وہ اپنے ہاتھوں سے اپنی محبت تو کھو چکا تھا لیکن اب اپنی بیوی اور بیٹیوں کے ساتھ وہ ناانصافی نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔

ادینہ کے لئے یہی سزا کافی تھی کہ وہ حازم خان کی زندگی میں تو تھی لیکن اس کے دل میں زہرہ جمال براجمان تھی۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔